Baitussalam.org | Baitussalam_org | Baitussalam_org | +9221-111-298-111

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 08 / • شمارہ 03 / • نومبر / 2018

The Burger Shack

YOUR ORDER,
OUR PRIORITY!

NOW DELIVERING: 111-TBS-TBS
(827-827)

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

نومبر 2018ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

آراء وتجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ : 40 روپے
سالانہ فیس : 520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک : 35 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہم دین

زیرِ سرپرستی

مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

فہم وفکر

میڈیا اور منبر ومحراب ۔۔۔ دو مستقل میدان	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

دین سے ہمارا رویہ	ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی	10
نبی آخر الزماں ﷺ کے آخری لمحات	محمد مشتاق اسکندر	12
ہمارے آقا ﷺ تو ایسے نہیں تھے	حذیفہ رفیق	14
سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ	طارق محمود	17
عشقِ رسول ﷺ کا مطلب کیا؟	عمر فاروق ارشد	18
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	21
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	23

خواتینِ اسلام

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ	حسن جنید	26
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	28
کھنڈر بتا رہے ہیں کہ عمارت عجیب تھی	امۃ اللہ	30
توبہ کا دیا	اہلیہ مظفر	34
ہدایت کے فیصلے	بنتِ محمود	36
ہجرت	بنتِ گوہر	38

باغیچہ اطفال

دادا کی جان	ڈاکٹر الماس روحی	40
فداک ابی وامی	اُمِّ مصطفیٰ	42
ننھے ادیب		43
انعامات ہی انعامات		44
بچوں کے فن پارے		45

بزم ادب

حضور اکرم ﷺ پہ ہم فدا ہیں	جوہر عباد	46
نہیں بعد اُنؐ کے کوئی بھی نبی	ارسلان اللہ خان	47
اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین	محمد اسامہ سَرسَری	47
گلدستہ		48

اخبار السلام

خبرنامہ	ادارہ	50

مدیر کے قلم سے

میڈیا اور منبر و محراب دو مستقل میدان

عجیب معرکہ بپا ہے ' ابتدا تو اسی دِن سے ہو گئی تھی ، جسِ دِن خاکی اور ناری کو جنت سے نکالا گیا تھا ' ایک حق کا عَلم بردار بنا تو دوسرا باطل کا۔ ایک نے غلطی کر کے جھکنا سیکھا تو دوسرے نے اکڑنا۔ ایک انسان کو خدا سے جوڑنے کے لیے آیا تو دوسرا خدا سے موڑنے کے لیے۔ ایک کے معافی مانگنے پر خدا نے اسے اپنا کہہ دیا تو دوسرے کے سر پھرا ہونے پر خدا نے اُسے دُھتکار دیا۔ ایک کو عرش سے اشرف المخلوقات کا لقب ملا تو دوسرے کو ملعون اور مردود کا۔ ایک خدا کا خلیفہ اور نائب کہلایا تو دوسرا خدا کا باغی ٹھہرا۔ دونوں کی رزم گاہ اور بزم آرائی کا مرکز یہی دُنیا قرار پائی۔

یہ درحقیقت سیرت اور صورت کی جنگ ہے۔ ایک طرف انسانیت سازی ہے اور دوسری طرف صورت سازی۔ ایک نے اپنی محنت کا میدان دِل کی دُنیا کو بنایا تو دوسرے کو تھرکتے جسم بھائے۔ ایک کو دُنیا مسافر خانہ لگی تو دوسرے نے دُنیا کے تماشوں کو ہی سب کچھ سمجھا۔

یہ آدم گری اور فن کاری کا کھیل ہے۔ ایک طرف آدمیت پڑھائی جاتی ہے تو دوسری طرف منافقت اور فن کاری سکھائی جاتی ہے۔ آدمیت آتی ہے روح کے سنورنے سے ' فن کار جسم کا تماش بین ہوتا ہے۔ ایک مجسمۂ اخلاق ہوتا ہے اور دوسرے کے اخلاق میں بھی فن کاری اور ریاکاری ہوتی ہے۔ کتاب ہدایت قرآن مجید نے ایک کا تعارف ہی وِاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ سے کرایا ہے اور دوسرے کو سراپا دھوکا بتایا ہے۔

یہ روح اور جسم کا تماشا ہے۔ روح کا کیا کام مٹی کے کھلونوں سے ' وہ تو دُنیا سے بیزار ' صرف ایک خدا کی طلب گار بنے کھڑی ہے تو دوسری طرف مٹی کا جسم ' مُورت اور صورت کو ہی سب کچھ سمجھے بیٹھا ہے۔ رُوح کو نظر جھکانے میں مزہ آئے تو جسم کو اُس کے آوارہ کرنے میں۔ رُوح مانگے کانوں میں تلاوت کی حلاوت کو تو جسم مانگے باجے ' باجیوں اور سازوں کے شور شرابوں کو۔ رُوح کہے زُبان ذکرِ یار میں مگن رہے اور جسم کہے زُبان بے لگام اور آزاد رہے۔ رُوح ڈھونڈے گوشۂ عافیت کو اور جسم ڈھونڈے محفلوں کے ہنگاموں کو۔ رُوح کیا جانے عقل کو ' وہ تو دِل کی مانے۔ جسم ڈھونڈے آزادی کو ' اسے عقل راس آگئی۔

یہ دِل اور دماغ کی کشمکش ہے۔ دِل پوچھتا نہیں ' وہ بس مانتا ہے ' اس کا کام سراپا اطاعت ہے۔ عقل مانتی نہیں ' وہ سوال بنے کھڑی رہتی ہے۔ دِل کہتا ہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے ' میرا کام سر جھکانا ہے۔ عقل کہتی ہے : جو سمجھ میں نہ آئے ' وہ صرف اور صرف حرفِ غلط ہے۔ دِل سوچتا نہیں ' کر گزرتا ہے ' عقل کرتی نہیں ' سوچتی کھڑی رہ جاتی ہے ' اسی لیے تو اقبال کہتا ہے :

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی

یہ عشق اور عقل کا مقابلہ ہے۔ دِل عشق ہے ' اس میں وفا ہے ' دماغ عقل ہے ' اس میں انکار اور گم راہی کے جراثیم ہیں۔ عشق ''رب چاہی'' گزارنے کا نام ہے ' عقل ''من چاہی'' کا تقاضا کرتی ہے۔ عشق فنا چاہتا ہے ' عقل اسی دُنیا میں بقا ڈھونڈتی ہے۔ عشق محبوب کے لیے تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے ' عقل ساری زندگی اسی تن من دھن کے لیے خوار رہتی ہے۔ پھر اقبالؒ یاد آگیا ' برطانوی سامراج کے زمانے میں وہ مردِ قلندر کہہ گیا :

صبحِ ازَل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو ' وہ دِل نہ کر قبول

یہ ربّ لم یزل سے ایک نادان مردود کے ٹکر لینے کی کہانی ہے۔ ایک طرف خود خالقِ کائنات ہے اور دوسری طرف بھی خدا نے وسیع اختیارات دیے ہیں۔ ایک نے روح اور دِل کو اپنا ٹھکانہ بنایا تو دوسرے کو ''نفس'' کی گندگیوں میں اپنی ہوس پوری ہوتی نظر آئی۔

قارئین ! یہ اسلام اور کفر کی جنگ ہے ' ایک طرف انبیا جیسے مقدس افراد اور صحابہ جیسی پاکیزہ جماعت ہے تو دوسری طرف شیطان کے پجاری اور نفس کے غلام ہیں۔ دونوں کو محنت کے لیے ایک نیٹ ورک کی ضرورت تھی۔ ایک نے چودہ سو سال پہلے مدینہ کی بستی میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور آج تک منبر و محراب سے مخلوق کو خالق سے جوڑنے کی آہ وزاری کرتا آرہا ہے تو دوسرے نے ہر دور میں اوچھے ہتھکنڈے اختیار کیے اور اب اس فتنوں کے زمانے میں اس کے ہاتھ میں میڈیا کا ہتھیار آیا ہے۔

جی قارئین ! آپ مجھے کہنے کی اجازت دیں کہ یہ آج کے زمانے میں اس طویل بزم آرائی کی آخری کڑی منبر اور میڈیا کی زور آزمائی کا دور ہے۔ ایک کی دعوت اخلاص ہے تو دوسرے کی صرف اظہار اور نمائش ہے۔ ایک عزت و عصمت کا محافظ ہے تو دوسرا جسم فروشی اور خود نمائی کا اڈا ہے۔ ایک اسلام کا عَلم بردار اور اس کا محافظ ہے تو دوسرے کو اس کی موجودگی میں اپنا وجود بچانا بھی مشکل نظر آتا ہے۔ ایک حق کی دعوت دیتا ہے ' تو دوسرے کے پاس باطل کے آلات ہیں۔ ایک کے پاس ایمان کی حفاظت ' خاتمہ بالخیر کی یقین دہانی اور رب کی رضا کا اعلان ہے تو دوسرے کے پاس ایمان پر ڈاکہ ' خاتمہ کی خرابی اور رب کی ناراضی کا پروانہ ہے۔

قارئین ! آج برا تو کوئی بھی نظر نہیں آتا ' اس لیے اگر یوں کہیں تو بے جا نہیں ہو گا کہ یہ ''اصلی'' اور ''جعلی'' یا ''حقیقی'' اور ''بہروپیے'' کا مقابلہ ہے۔ دور ایسا آگیا کہ ایک طرف اصلی اور حقیقی قرآن و سنت کی تعلیم اور ہدایت کا راستہ ہے تو دوسری طرف باطل نے بھی میڈیا کی چکا چوند روشنیوں اور سائنس کی مادی ترقی میں ایسا بہروپ ڈھالا ہے کہ نہ ماننے والوں کی تو کیا بات کریں ' ماننے والوں اور حق کے متلاشیوں کو بھی بعض اوقات صحیح اور غلط کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے۔ بس پہچان ایک ہے کہ مسجدِ نبوی سے جو سلسلہ چلا تھا ' اسی سے جڑے رہیے اور جو مساجد اور مدارس کے اس مبارک سلسلے کو تھامے ہوئے ہیں ' اُن کے ساتھ جڑے رہیے۔ آج کے دور میں یہی ربیع الاوّل کا پیغام ہے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آلِ عمران: 121-126

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ
وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ 121

ترجمہ... اے پیغمبر! جنگِ اُحد کا وہ وقت یاد کرو جب تم صبح کے وقت اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو جنگ کے ٹھکانوں پر جما رہے تھے اور اللہ سب کچھ سننے، جاننے والا ہے۔ 121

تشریح نمبر 1: جنگِ اُحد میں تین ہزار کفّارِ مکّہ کا ایک لشکر مدینہ منوّرہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ آپ ﷺ ان کے مقابلے کے لیے اُحد پہاڑ کے دامن میں تشریف لے گئے تھے، جہاں یہ جنگ لڑی گئی۔ آنے والی آیات میں اس کے متعدّد واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا
وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ 122

ترجمہ... جب تم ہی میں کے دو گروہوں نے یہ سوچا تھا کہ وہ ہمت ہار بیٹھیں، حالاں کہ اللہ ان کا حامی و ناصر تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ 122

تشریح نمبر 2: جب حضور ﷺ مقابلے کے لیے مدینہ منوّرہ سے نکلے تو آپ کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھے، لیکن منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی راستے میں یہ کہہ کر اپنے تین سو آدمیوں سمیت واپس چلا گیا کہ ہماری رائے یہ تھی کہ دشمن کا مقابلہ شہر کے اندر رہ کر کیا جائے۔ ہماری رائے کے خلاف آپ باہر نکل آئے ہیں، اس لیے ہم جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس موقع پر سچے مسلمانوں کے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دل بھی ڈگمگا گئے اور ان کے دل میں بھی خیال آیا کہ تین ہزار کے مقابلے میں صرف سات سو افراد بہت تھوڑے ہیں اور ایسے میں جنگ لڑنے کے بجائے الگ ہو جانا چاہیے، لیکن پھر اللہ نے مدد فرمائی اور وہ جنگ میں شامل ہوئے۔ اس آیت میں انہی کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ 123

ترجمہ... اللہ نے تو (جنگِ) بدر کے موقع پر ایسی حالت میں تمہاری مدد کی تھی، جب تم بالکل بے سر و سامان تھے، لہٰذا (صرف) اللہ کا خوف دل میں رکھو، تاکہ تم شکر گزار بن سکو۔

تشریح نمبر 3: جنگِ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کل تین سو تیرہ تھی اور ان کے پاس ستّر اونٹ، دو گھوڑے اور صرف آٹھ تلواریں تھیں۔ 123

اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ
بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُنۡزَلِيۡنَ 124

ترجمہ... جب (بدر کی جنگ میں) تم مومنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کو بھیج دے؟ 124

بَلٰٓی اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَيَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ
اٰلَافٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيۡنَ 125

ترجمہ... ہاں! بلکہ اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ لوگ اپنے اسی ریلے میں اچانک تم تک پہنچ جائیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دے گا، جنہوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہوئی ہو گی۔ 125

تشریح نمبر 4: یہ سارا حوالہ جنگِ بدر کا ہے۔ اس جنگ میں شروع میں تو تین ہزار فرشتوں کی بشارت دی گئی تھی، لیکن بعد میں صحابہ کرامؓ کو یہ اطلاع ملی کہ کُرز بن جابر اپنا لشکر لے کر کفّارِ مکّہ کے ساتھ شامل ہونے کے لیے آ رہا ہے۔ کفّار کی تعداد پہلے ہی مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھی۔ اب اس لشکر کے آنے کی اطلاع ملی تو مسلمانوں کو تشویش ہوئی۔ اس موقع پر یہ وعدہ کیا گیا کہ اگر کُرز کا لشکر اچانک آ گیا تو تین ہزار کے بجائے، پانچ ہزار فرشتے بھیجے جائیں گے، لیکن پھر کُرز کا لشکر نہیں آیا، اس لیے پانچ ہزار فرشتے بھیجنے کی نوبت نہیں آئی۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى لَكُمۡ وَلِتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُكُمۡ بِهٖ
وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ 126

ترجمہ... اللہ نے یہ انتظام صرف اس لیے کیا تھا، تاکہ تمہیں خوش خبری ملے اور اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو، ورنہ فتح تو کسی اور کی طرف سے نہیں، صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے، جو مکمل اقتدار کا بھی مالک ہے۔ تمام تر حکمت کا بھی مالک ہے۔ 126

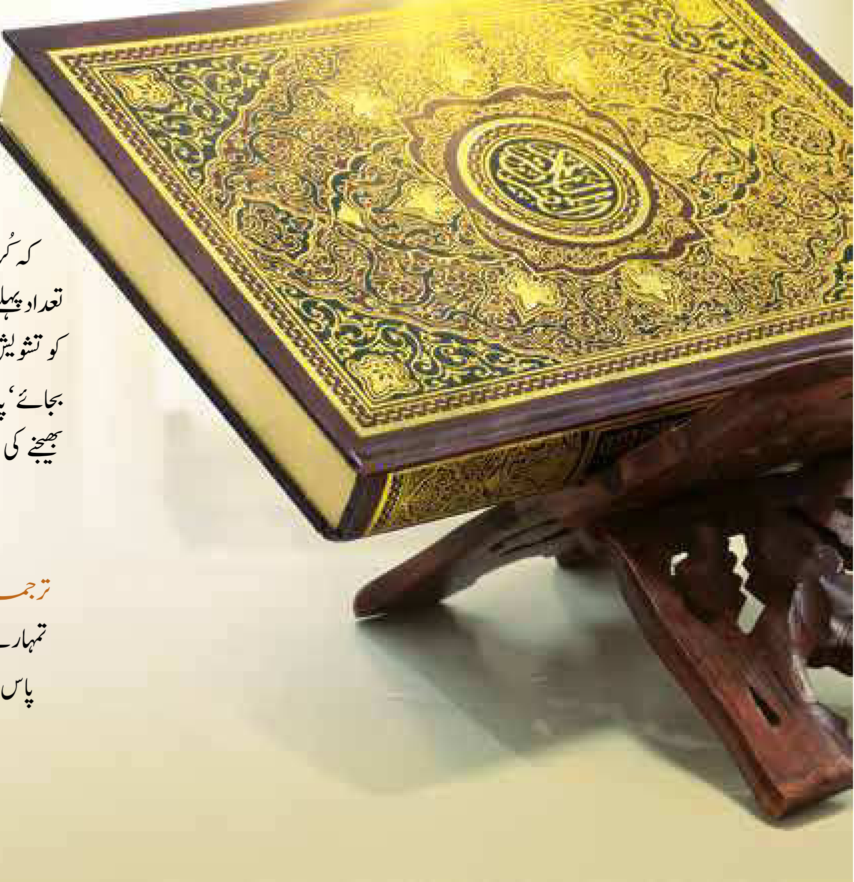

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

خوش اخلاقی کی فضیلت واہمیت

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ

ترجمہ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ ”صاحبِ ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کرلیتا ہے، جو رات بھر نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔ (ابوداؤد)

تشریح... مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جس بندے کا حال یہ ہو کہ وہ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے سچا مومن ہو اور ساتھ ہی اس کو حسنِ اخلاق کی دولت بھی نصیب ہو تو اگرچہ وہ رات کو زیادہ نفلیں نہ پڑھتا ہو اور کثرت سے نفلی روزے نہ رکھتا ہو، لیکن پھر بھی وہ اپنے حسنِ اخلاق کی وجہ سے اُن شب بیداروں، عبادت گذاروں کا درجہ پالے گا، جو قائم اللیل اور صائم النہار ہوں یعنی راتیں نفلوں میں کاٹتے ہوں اور دن کو عموماً روزہ رکھتے ہوں۔

عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ

ترجمہ... حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ
مجھے حضور ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اس واسطے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچادوں۔ (امام مالکؒ نے ”موطا“ میں اسے صحابی کے حوالے کے بغیر روایت کیا ہے مگر امام احمدؒ نے ”مسند“ میں اسے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔)

تشریح... اخلاق کی اصلاح اور مکارمِ اخلاق کی تکمیل آپ ﷺ کے خاص مقاصدِ بعثت میں سے ہے اور قرآن مجید میں جس تزکیہ کو آپ ﷺ کا خاص کام بتلایا گیا ہے، اخلاق کی اصلاح اس کا اہم جز ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا

ترجمہ... حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں، جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہیں۔ (صحیح بخاری)

تشریح... حضرت جابرؓ کی ایک حدیث میں، جس کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے، وہ اس طرح ہے کہ

اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبُكُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا

ترجمہ: تم دوستوں میں مجھے زیادہ محبوب وہ ہیں اور قیامت کے دن اُن ہی کی نشست بھی میرے زیادہ قریب ہوگی، جن کے اخلاق تم میں زیادہ بہتر ہیں۔ گویا رسول اللہ ﷺ کی محبوبیت اور قیامت کے دن آپ ﷺ کا قرب نصیب ہونے میں حسنِ اخلاق کی دولت کو خاص دخل ہے۔

عَنْ مَعَاذٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ مَا وَصَّانِیْ بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حِيْنَ وَضَعْتُ رِجْلِیْ فِی الْغَرْزِ اَنْ قَالَ يَا مَعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ

ترجمہ... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی،
جبکہ میں نے اپنا پاؤں اپنی سواری کی رکاب میں رکھ لیا تھا، وہ یہ تھی کہ
آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں کے لیے اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ“
یعنی بندگانِ خدا کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (موطا امام مالکؒ)

تشریح... حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا۔ مدینہ طیبہ سے اُن کو رخصت کرتے وقت آپ نے خاص اہتمام سے بہت سی نصیحتیں کی تھیں، حضرت معاذؓ کا اشارہ اس حدیث میں اسی کی طرف ہے اور ان کا مطلب یہ ہے کہ جب میں آپ ﷺ کے حکم سے اپنی سواری پر سوار ہونے لگا اور اس کی رکاب میں، میں نے پاؤں رکھا تو اُس وقت آخری نصیحت آپ ﷺ نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

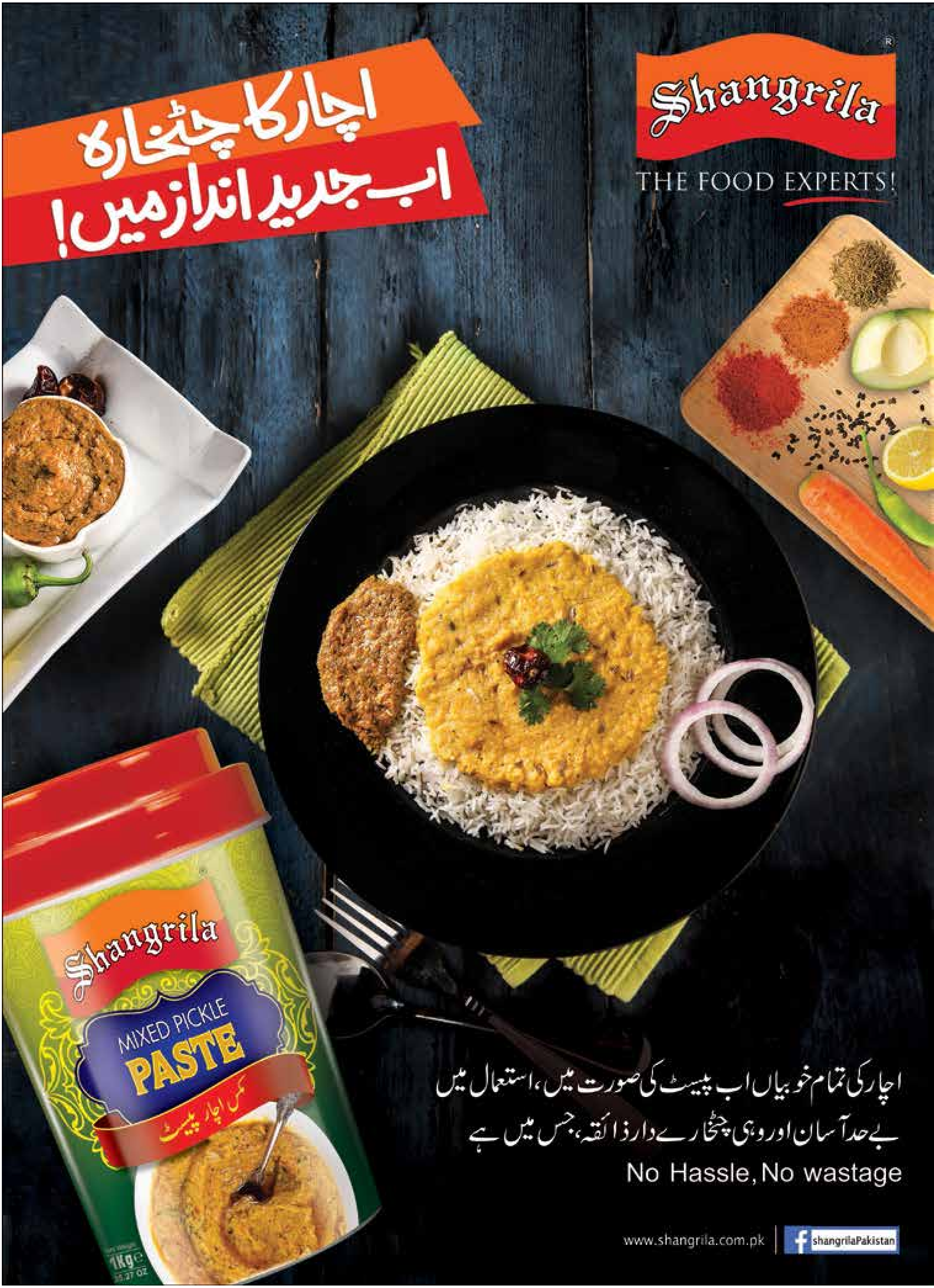

اچار کا چٹخارہ
اب جدید انداز میں!
Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
Shangrila
MIXED PICKLE
PASTE
مکس اچار پیسٹ
1Kg
اچار کی تمام خوبیاں اب پیسٹ کی صورت میں، استعمال میں
بے حد آسان اور وہی چٹخارے دار ذائقہ، جس میں ہے
No Hassle, No wastage
www.shangrila.com.pk
shangrilaPakistan

ربیع الاول کا پیغام

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

اللہ کے حبیب ﷺ وہ خوب صورت زندگی لائے کہ جہاں آپ کی زندگی کا چراغ جلا' انسانی زندگی میں روشنی آتی چلی گئی' پوری سوسائٹی' پورا معاشرہ' پوری قوم سے اندھیرے چھٹتے چلے گئے۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ آپ کیوں آئے ...؟ اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے کے لیے۔ ایک تو وہ اندھیرا ہے جو آنکھوں سے نظر آتا ہے کہ رات آئی اور اندھیرا ہوا' صبح ہوئی تو روشنی ہوئی اور ایک اور اندھیرا ہے' جس نے اللہ کے نبی ﷺ کی زندگی کا مقصد بتایا کہ آپ اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے والے ہیں اور جو اللہ کے دشمن ہیں' ان کا کام کیا ہے...؟ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ جو کافر ہیں' ان کے ساتھی طاغوت ہیں' وہ روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جانے والے ہیں اور اللہ کے حبیب اندھیروں سے روشنی کی طرف لے کے آنے والے۔

پھر ان اندھیروں کو بھی قرآن نے ایک اور انداز سے تعبیر کیا ہے: وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ان تمام اندھیروں کو قرآن نے جاہلیت سے تعبیر کیا ہے۔ جاہلیتِ اولیٰ...!! جس میں شرک تھا اور نہ جانے کتنے بُت بنا رکھے تھے' جہاں سود خوری اور جوا عام تھا' جہاں بچیوں کو زندہ در گور کر دیا جاتا تھا' جہاں لوٹ مار عام تھی' جہاں شرابیں پی جاتی تھیں' جہاں عریانی اور بے حیائی زندگی کا ایک حصہ بن چکی تھی' یہ سب جاہلیتِ اولیٰ کی شکلیں تھیں' جہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور سود لینا اور جواری بننا فخر کی چیز سمجھا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ اللہ کے نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے دور نکلے اور بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے لگے (پیشاب کرنے لگے) تو ایک مشرک دور سے دیکھ رہا تھا' وہ کہنے لگا: اُنْظُرُوا اِلَيْهِ...! يَبُوْلُ كَمَا تَبُوْلُ الْمَرْأَةُ۔ ''دیکھو! دیکھو! یہ کیسے پیشاب کر رہا ہے' جیسے عورتیں پیشاب کرتی ہیں۔'' یعنی ان کے ہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ترقی کی نشانی تھی' فخر کی علامت تھی۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ان اندھیروں کو جسے قرآن جاہلیت کہتا ہے' جہاں بت پرستی نظر آتی تھی اور جہاں اپنے بھائیوں پہ ظلم' اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا' یہ سب ظاہری شکلیں وہاں موجود تھیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ آئے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا چراغ جلا۔ خوب صورت زندگی ...اور دنیا نے یہ منظر دیکھا کہ گھر میں بتیاں تو کوئی نہیں' روشنی بھی کوئی نہیں' لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا چراغ وہاں جلا تو بیٹے کے دل میں باپ کی عظمت آگئی' باپ کے دل میں بیٹے کی شفقت آگئی' گھر میں شوہر کے دل میں بیوی کی قدر آگئی اور بیوی کے دل میں شوہر کا احترام آگیا اور اس کچے مکان اور آنگن میں بہن اور بھائی میں سچی اخوّت اور پیار آگیا' کیوں بھئی...؟ وہ گھر تو کچے پتھروں کے ہیں' ٹاٹ کے پردے ہیں' کھجور کے تنوں سے بنی چھت ہے' دستر خوان پہ کبھی کھانا اور کبھی فاقہ ہے' لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا چراغ کیا جلا ہے؟ ساری زندگی میں روشنی آگئی۔ آپ کی زندگی کی شکل میں آبِ حیات کیا ملا ہے' ساری زندگی میں بہار آگئی ہے۔

اور آج میرے عزیزو...!! میرے گھر میں سب کچھ ہے۔ دعوے بھی ہیں' نعرے

بھی ہیں، جھنڈیاں بھی ہیں، بتیاں بھی ہیں اور زندگی کا سارا اِسٹیٹس بھی ہے، مگر میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کوئی نہیں... تو آج بیٹا بیٹی باپ کا نہ رہا! شوہر بیوی کا نہ رہا! بیوی کے دل سے شوہر کا احترام رُخصت ہو گیا...! سگے بہن بھائی میں سچی اخوّت کی مٹھاس ختم ہو گئی۔ بظاہر سب کچھ ہے، لیکن نبی کی زندگی کا چراغ کیا بُجھا ہے، ساری زندگی سے رونق ہی ختم ہو گئی۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے آبِ حیات سے کیا محروم ہوئے ہیں، ہماری ساری زندگی ہی خشک ہو گئی ہے۔ بہار ہی کہیں نہیں نظر آتی۔ پہلے ملنے کا جی چاہتا تھا، بات کرنے کی دل میں حسرت ہوتی تھی، ملنے کے لیے اسباب گاڑیاں، سواریاں کوئی نہیں تھیں۔ اب ملنا بھی آسان ہے، بات کرنا بھی آسان ہے، لیکن یہ دل اندر سے ایسا بُجھ چکا ہے، اب کسی سے بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔ پہلے ملنا مشکل تھا، بات کرنا مشکل تھی، حسرت ہوتی تھی۔ ابھی ملنا آسان ہے، بات کرنے کے ذرائع بھی ہیں، لیکن اندر سے انسان ایسا مر چکا ہے کہ یہ کسی سے ملنا پسند ہی نہیں کرتا۔ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوب صورت زندگی تھی، جس سے ساری زندگی میں حسن آیا کرتا تھا۔

ایک محدّثِ کبیر... امام ابو داوٗد رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدّث ہیں۔ آپؒ نے حدیث کی مستند کتاب ترتیب دی ہے ''سنن ابو داوٗد'' کے نام سے۔ آپؒ فرمانے لگے: ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی پر پانچ لاکھ احادیث لکھی ہیں، پھر ان پانچ لاکھ میں سے منتخب کر کے چار ہزار آٹھ سو اپنی کتاب ''سنن ابو داوٗد'' میں لکھیں۔'' پھر فرمایا: ''ان چار ہزار آٹھ سو احادیث کا خلاصہ چار حدیثیں ہیں۔''

ان میں سے پہلی حدیث **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ** ہے کہ ''تمہارا کوئی عمل عبادت تب بنے گا، جب وہ عمل اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرو۔'' ساری عبادات کی روح آگئی اس میں، کوئی چیز عبادت، کوئی چیز نیکی، کوئی چیز نجات کا ذریعہ، کوئی چیز عملِ صالح، یہ کب بنے گی...؟؟ جب پیچھے جذبہ ہو! جب پیچھے عزم ہو! جب پیچھے نیت ہو کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پانچ لاکھ احایث کا خلاصہ اور نچوڑ ایک محدّثِ کبیر بتا رہے ہیں۔

آپؒ نے دوسری حدیث بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ اس شخص کا اسلام بہت خوب صورت ہے، جس کی زندگی فضول کاموں اور فضول باتوں سے محفوظ ہو۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد پوری زندگی کے تحفظ اور پوری زندگی کو قیمتی بنانے کے لیے کافی ہے۔

آپؒ نے تیسری حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا الْاُمُورُ مُشْتَبِهَاتٌ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، مگر اس میں کچھ چیزیں مشتبہ اور مشکوک ہیں، جس نے ان مشکوک چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچالیا، اس نے اپنا ایمان بھی بچالیا اور اپنی عزت بھی۔

آپؒ نے چوتھی حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَرْضٰى لِاَخِيهِ مَا يَرْضٰى لِنَفْسِهٖ کوئی مومن اُس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد پورے حقوق العباد کی روح اور بنیاد ہے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار ارشادات ہیں تو بتایئے میرے عزیزو! جو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا چراغ لے، جس گھر میں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا چراغ جلے تو بتاؤ...!! وہ گھر جنت نہ بن جائے گا، وہ معاشرہ پُرسکون نہ ہو جائے گا، وہ قوم ترقی کی راہ پہ چل نہ نکلے گی۔ اس قوم میں محبتوں، اُلفتوں کے پھول نہ کِھلیں گے، لیکن اس وطنِ عزیز کے ساتھ تو بدقسمتی لگی ہے، 70 سال ہو گئے ہیں۔ غیروں کی سازشیں بھی اور اپنوں کی حماقتیں بھی۔ ہر دن یہاں ایسا لگتا ہے، ایک نیا تماشہ کھڑا ہے اور بدقسمتی سے چاہے سیاسی ہو یا مذہبی، ایسے کرداروں کو سامنے لایا جاتا ہے اور پھر انھیں شہرت کا آکسیجن دیا جاتا ہے، جب وہ بھاری بھر کم ہو جاتے ہیں، تب ان کے ذریعے پوری دنیا میں اسلام اور اسلامی زندگی کو بدنام کیا جاتا ہے۔

دیکھو میرے عزیزو...!! زندگی کا حسن دیکھنا ہے، زندگی کا کردار دیکھنا ہے، زندگی کی سیرت دیکھنی ہے تو اپنے نبی کی زندگی کو آئینہ بناؤ... اس خوب صورت زندگی کا رخ کہاں نظر آتا ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص آیا، کہنے لگا: ''حضرت میں یہ دیہات کی قینچی آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔'' آپؒ فرمانے لگے: ''بیٹے! قینچی لے کر آئے ہو کاش! کہ سوئی لے کر آتے... ہمارا کام کاٹنا نہیں ہے، ہمارا کام تو جوڑنا ہے۔'' یہ مسلمان جہاں جاتا تھا، اپنے خوب صورت کردار سے دلوں کو جوڑ دیا کرتا تھا۔ محبتوں کی خوش بو پھیلایا کرتا تھا، اس کی زبان قینچی کی طرح نہیں چلا کرتی تھی۔ خوب صورت زندگی تھی۔ آج سب کچھ ہے اور ریاستی سطح پہ ہر اس چیز کو خوب فروغ دیا جاتا ہے، جس سے مسلمانوں میں فرقہ واریت اور فروغ پائے۔ مسلمانوں میں نفرتوں کی بنیادیں اور گہری ہوں۔

ربیع الاول اللہ کے حبیب کی زندگی کا مہینہ ہے، دنیا میں آنے اور جانے کا مہینہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ سب مسلمان عہد کریں۔ ہمارے غریب سے لے کر امیر تک، گلی بازاروں سے لے کر ایوانوں تک سب عہد کریں کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو اپنا اسوۂ حسنہ بنانا ہے۔ آپ کی خوب صورت زندگی کو اپنے لیے لائحہ عمل بنانا ہے۔ اللہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت، عظمت اور سچی اطاعت نصیب فرمائے۔ آمین

دین سے ہمارا رویہ

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

دین اور اس سے جڑی تمام حکایات ٗعلامات ٗاشیاء ٗرسم و رواج ٗطور طریقے اور لوگ کسی بھی معاشرے کی اکائی تصور ہوتے ہیں۔
معاشرے ٗتہذیب و تمدن اور ثقافت کا دین سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ابد سے چلا آرہا ہے اور ازل تک رہے گا۔
کبھی دین ثقافت کا دھارا موڑ دیتا ہے تو کبھی ثقافت دین کے آڑے آجاتی ہے اور گاہے بگاہے یہ دونوں یونہی ساتھ ساتھ کسی شخص ٗ قوم ٗادارے یا معاشرے کی تعمیر کرتے چلے جاتے ہیں۔ دینی رویہ اور دین سے رویہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ "دینی رویہ" سے مراد ہمارا طرز عمل ہے دین کے فرائض پر۔ مثلاً ہم نماز کیسے پڑھتے ہیں؟ روزہ کیسے رکھتے ہیں؟ داڑھی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ شرعی پردہ کے بارے میں کیا سوچ ہے؟ حلال و حرام وغیرہ وغیرہ۔۔۔
"دین سے رویہ" سے مراد ہمارا برتاؤ ٗدین سے متعلق تمام چیزوں اور لوگوں سے کیسا ہے؟
ہمارے معاشرے میں سینکڑوں ایسے لوگ ملتے ہیں جن کا دینی رویہ تو قدرے بہتر ہوتا ہے مگر دین سے رویہ نہایت بُرا۔ چلیں میں مثال سے سمجھاتا ہوں۔
ہم میں سے کتنے ہیں جو مسجد کے سامنے تھوکنے ٗہارن بجانے ٗگاڑی میں چلتے میوزک کی آواز کو کم کرنے کے بارے میں سوچتے ہیں۔
کتنے ہیں جو مسجد کی صفائی کا اپنے گھر کی صفائی جتنا ہی خیال رکھتے ہیں؟ آخر مسجد اسی اللہ کا گھر ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ یہ انداز ہمارا ہر جگہ ہے۔
قربانی کی بڑی تیاری مگر قربانی کے جانور کی درگت بناتے رہتے ہیں۔ قرآن سے بڑی محبت مگر اس کو پڑھنے والے مدرسے کے بچے جاہل کہلائیں؟
اور سب سے زیادہ شامت بے چارے مولویوں کی آتی ہے۔ دنیا سے لاتعلق ٗ جاہل ٗبد تمیز ٗمُلا ٗاور پتا نہیں کیا کیا القابات اور جملے ہم نے نکال رکھے ہیں ان کی جان جلانے کو۔
جتنے طعنے ہمارے معاشرے میں مولوی سنتے ہیں ٗاتنے تو چور اچکے اور ایسے ویسے کام کرنے والے بھی نہیں سنتے۔
شاباش ہے ان کی ہمت کو کہ آپ سے گالیاں بھی کھاتے ہیں ٗآپ کے نکاح بھی پڑھاتے ہیں ٗجنازے بھی پڑھاتے ہیں اور آپ کے بچوں کو قرآن و نماز بھی یہی سکھاتے ہیں۔
اگر اتنے ہی برے ہیں تو اپنے باپ دادا کی لاش لے جا کر کسی مشہور صحافی یا گلوکار سے جنازہ کیوں نہیں پڑھوا لیتے؟ پھر یہ بیک ورڈ مولوی ہی کیوں یاد آتے ہیں؟
دین کی نسبت والوں کے ساتھ یہ انتقامی رویہ میں نے کسی اور ملک میں نہیں دیکھا۔
امریکہ میں Nuns پردہ کرتی ہیں مگر آج تک انہیں دقیانوسی ہونے کا طعنہ نہیں ملا۔ پادریوں کو کوئی گالم گلوچ نہیں کرتا ٗحکومت بھی بھرپور ساتھ دیتی ہے۔
یہودی بھی اپنے علماء کو اپنے معاشرے کی اساس سمجھتے ہیں اور آنکھ بند کر کے مالی و اخلاقی مدد کرتے ہیں۔
یہاں سری لنکا میں تو بدھسٹ مونکس کی بڑی ہی عزت ہے۔ ہر چودھویں کی رات کو "پویا" کی چھٹی ہوتی ہے
جس میں یہ لوگ شام کو اپنی مذہبی عبادت گاہوں میں جا کر اپنی مقدس کتاب "گاتا" (جس میں لارڈ بدھا کی باتیں لکھی ہیں) پڑھتے ہیں
مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہمارے معاشرے کا مظلوم ترین طبقہ یہی مدرسے کے بچے اور اساتذہ ہیں۔
زکوۃ (جو کہ مال کا میل ہوتا ہے) اس سے پل بڑھ کے جوان ہونے والے اس پر بھی اگر وہ اپنا وجود برقرار رکھتے ہیں اور دین کی طرف بلاتے ہیں تو سلام ہے ان کی عظمت کو۔
آپ ایک دن مدرسے میں لنگر کا کھانا نہیں کھا سکتے۔ اس کے باوجود وہ پیسہ جوڑ جوڑ کر ادارے پہ ادارے بناتے چلے گئے ٗ
جو مال ٗجتنا مال اور جیسا مال آپ نے دیا ٗانہوں نے وہ لگا دیا۔ آپ لوگوں نے اپنے حلال سے کون سا تیر مار لیا؟ کتنے ادارے ٗاسکول اور تربیت گاہیں بنا لیں؟
آج بھی آپ کو دو سو روپے کے جوڑے میں کوئی "مولوی" مل جائے گا جس نے کچھ کروڑ کا ادارہ بنایا ہوگا ٗہمیں ایسی کوئی مثال اپنی زندگی میں ڈھونڈنے میں بہت مشکل پیش آئے گی۔ خدارا! تنقید برائے تنقید کا دھندہ بند کریں۔ کسی دینی شخص کے ساتھ کچھ دن گزار لیں۔ اچھے بُرے ہر جگہ ہوتے ہیں ٗآپ اپنی رائے بدلنے پر ضرور مجبور ہو جائیں گے۔
خدا نے اگر پوچھ لیا کہ میرے دین سے منسلک ہر ہر شے سے اتنی نفرت رکھنے کے بعد میرے پاس کیا لینے آئے ہو تو کیا جواب دو گے؟ میں بھی سوچ رہا ہوں ٗآپ بھی سوچیے!

SINCE 1974
Jewellery has the power to be this one little thing that can make you feel unique.
ZJ
Zaiby Jewellers
SADDAR
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi
Tel: 021-35215455, 021-35677786 Email: zaiby.jeweller@gmail.com

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
آخری لمحات

محمد مشتاق سکندر

خاتم المعصومین ﷺ کی روحِ قدسی کو عالم جسمانی میں اسی وقت تک رہنے کی ضرورت تھی، جب تک تکمیلِ شریعت اور تزکیہ نفس کا عظیم الشان کام درجۂ کمال کو پہنچ جائے۔ جب یہ فریضہ پورا ہوچکا تو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے جمِّ غفیر میں سرِعام آیتِ کریمہ کے ذریعے اعلان فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے اپنا دین تم پر پورا کردیا اور میں نے اپنی نعمتوں کو پورا کیا۔'' (المائدہ: 3) سورۂ فتح کا نزول خاص خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ کے قربِ وصال کا پیغام دے چکا تھا۔ آپ ﷺ حکمِ ربّانی:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (النصر: 3)

کے تحت اپنے آپ کو زیادہ تر تسبیح و تحمید میں مصروف رکھتے تھے۔ آپ ﷺ سال میں ایک دفعہ ماہِ رمضان میں روح القدس سے قرآنِ مجید کا دور کیا کرتے تھے، لیکن وصال کے سال دو مرتبہ قرآنِ مجید سننے اور سنانے کی سعادت حاصل کی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مناسکِ حج کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کے ساتھ اعلان کر گئے کہ مجھے آئندہ سال اپنی حیات کی کوئی امید نہیں اور شاید اس کے بعد حج نہ کر سکوں۔ یہ تمام تر علامات محسنِ کائنات، تاجدارِ مدینہ، صاحبِ جودو کرم، احمدِ مجتبیٰ، محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے دنیا سے کوچ کر جانے کی طرف نشان دہی کر رہی تھیں۔

قصاص کے لیے لشکرِ زید کو روانہ کرنا: حضرت زید بن حارثہ کو حدودِ شام کے عربوں نے شہید کردیا تو نبی ﷺ نے ان سے ان کا قصاص لینے کے لیے آغازِ علالت سے ایک یوم قبل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی معیّت میں ایک لشکر بھیجا کہ وہ ان بدمعاشوں اور شریروں سے اپنے باپ کا بدلہ لیں۔ (بخاری 641/2)

آخری نماز: 18 یا 19 صفر سن 11ھ کو آدھی رات کو نبی کریم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے، اس وقت حالت ناساز ہوئی۔ آمد و رفت جب تک رہی۔ آپ ﷺ نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے، چناں چہ سب سے آخری نماز، نمازِ مغرب پڑھائی اور اس میں سورۂ المرسلات کی تلاوت فرمائی، اس دن سر میں درد ہونے کی وجہ سے رومال بھی بندھا ہوا تھا۔ (بخاری 637/2)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت: عشاء کا وقت ہوا تو نبی ﷺ نے لوگوں سے دریافت فرمایا: ''نماز ہو چکی؟'' تو جواب میں عرض کیا گیا: ''ہم سب آپ کے ہی منتظر ہیں۔'' پانی طلب فرمایا پھر غسل کیا، پھر اٹھنا چاہا تو غشی طار ہو گئی۔ افاقے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز ہو چکی؟'' لوگوں نے وہی جواب عرض کیا، چناں چہ دوسری مرتبہ جسم اطہر پر پانی ڈالا گیا اور اٹھنے کا قصد کیا، مگر پھر غشی طاری ہو گئی۔ افاقے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔'' حضرت عائشہؓ نے معذرت کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ابو بکرؓ بہت ہی نرم دِل ہیں۔ آپ کی جگہ ان سے کھڑا نہ ہوا جائے گا۔ یعنی رو پڑیں گے اور قراءت نہ کر سکیں گے۔ پھر یہی حکم دیا کہ ابو بکر نماز پڑھائیں۔ تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا، پھر اس کے بعد فرمایا: ''تم ابو بکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں۔'' پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے امامت کروائی۔

وصال سے چار دِن قبل ظہر کے وقت آپ ﷺ کے جسم اطہر میں افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پانی کی سات مشکیں آپ ﷺ پر ڈالی جائیں، چناں چہ جب غسل فرما چکے تو آپ ﷺ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نماز

پڑھا رہے تھے۔ نبی ﷺ کی آہٹ پا کر ابو بکر پیچھے ہٹے۔ آپ ﷺ نے اشارے سے منع فرمایا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر رکوع سجدہ کے ساتھ نماز پڑھائی۔ ابو بکرؓ آپ ﷺ کو اور لوگ ابو بکرؓ کو دیکھ کر ارکان ادا کرتے جاتے۔
(بخاری،99، 95/1،ترمذی 208/2)

جامع خطبہ: نماز کے بعد آپ ﷺ نے ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا، جس کی چند باتیں مختصراً یہ ہیں: خدا نے اپنے ایک بندے کو اس چیز کا اختیار دیا کہ وہ دُنیا کی نعمتوں کا چناؤ کرے یا اپنے پاس یعنی آخرت میں جو کچھ ہے، اسے قبول کرے، لیکن اس شخص نے وہی اختیار کیا جو خدا کے پاس چیزیں ہیں۔ یہ کلماتِ مبارکہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ رو پڑے۔ تو لوگوں نے عرض کیا: اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ آپ ﷺ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں، لیکن رازدارِ نبوت سمجھ چکے تھے کہ اس کا مصداق خود آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ (بخاری، 516/1) فرمایا: تم سے پہلی اقوام نے اپنے پیغمبروں اور اولیا کی قبور کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ دیکھو! تم ایسا نہ کرنا۔ (بخاری 516/1) فرمایا: میں سب سے زیادہ جس کی دولتِ صحبت کا ممنون ہوں، وہ ابو بکرؓ ہیں۔ اگر میں دنیا میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا، مگر اسلام کا رشتہ دوستی کے لیے کافی ہے۔ (بخاری 516/2)

آخری دیدار: مرض میں شدّت و تخفیف ہوتی رہتی تھی۔ یومِ وصال یعنی پیر کو جسمِ اطہر پر بہتری کے آثار نمودار ہوئے۔ حجرۂ مبارک مسجد سے متصل تھا۔ آپ ﷺ نے صبح کو پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ نمازِ فجر میں مشغول تھے۔ دیکھ کر خوشی سے ہنس پڑے۔ لوگوں نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ آپ ﷺ باہر آنا چاہتے تھے تو لوگ فرطِ مسرّت سے بے قابو ہو گئے۔ قریب تھا کہ نماز ٹوٹ جاتی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کروا رہے تھے۔ آپؓ پیچھے ہٹنا چاہتے تھے، مگر آپ ﷺ نے اشارہ سے منع فرمایا، پھر آپ ﷺ نے حجرہ شریف میں داخل ہو کر پردہ ڈال دیا۔ (بخاری 93، 64/1) یہ سب سے آخری دیدار تھا۔ مبارک چہرے والوں نے جمالِ اقدس کی زیارت کی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا چہرۂ انور، مصحف کے ورق کی طرح سفید ہو گیا تھا۔ (بخاری 93/1)

لختِ جگر کا ہنسنا اور رونا: خطبہ کے بعد آپ ﷺ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لائے اور اثنائے علالت حضرت فاطمہ کو بلانے بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے اپنے وصال کی خبر دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنے خاندان میں سب سے پہلے تو مجھ سے ملے گی“ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔
(بخاری 638/2، ابنِ ماجہ 116، مشکوٰۃ 549/2)

نبی ﷺ کی بے چینی: وصال جیسے جیسے قریب ہوتا جاتا۔ آپ ﷺ پر غشی طاری ہوتی، پھر افاقہ ہو جاتا تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کیفیت کو دیکھ کر بولیں: ”وَاكَرْبَ اَبَاهُ (ہائے میرے ابا جان کی بے چینی!)“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارا والد آج کے بعد بے چین نہ ہو گا۔ (بخاری 241/2)

مسواک کرنا: اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ اپنے اوپر انعاماتِ باری کو ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کا وِصال میری باری اور میری گود میں ہوا۔ وصال کے دوران آپ ﷺ کا سر مبارک میرے گلے اور میرے سینے کے درمیان تھا اور فرمایا کہ وِصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے محبوب کے لعاب کو جمع فرمایا۔ وہ اس طور پر کہ میرے بھائی عبدالرحمان تشریف لائے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ رہے تھے تو میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کرنا پسند فرما رہے ہیں۔ میں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے میرے خیال کی تائید کی۔ میں نے بھائی عبدالرحمان سے مسواک لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو آپ ﷺ کو سخت گرانی محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا: ”نرم کر دوں؟“ فرمایا: ”ہاں۔“ میں نے مسواک نرم کی، پھر آپ ﷺ نے استعمال فرمائی۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک برتن میں پانی تھا، جس میں ہاتھ ڈال کر اپنے سر مبارک پر ملتے اور فرماتے تھے کہ لا الہ الا اللہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک سکراتِ موت برحق ہے۔ (مشکوٰۃ 547/2)

آخری کلمہ: پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَىٰ یہاں تک کہ محبّ کی روح محبوب کو جا پہنچی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”کسی نبی کا وِصال اس وقت تک نہیں ہوتا، جب تک کہ انھیں اپنا مقام نہ دِکھا دیا جائے اور پھر انھیں اختیار نہ دیا جائے۔“ اور فرمایا: ”محبوب ﷺ کے آخری کلمات اَللّٰهُمَّ الرَّفِيقِ الْأَعْلَىٰ تھے۔“ (مشکوٰۃ 548/2)

نبی ﷺ کو میدان میں دفن نہ کرنے کی وجہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کی روح قبض نہیں فرماتے، مگر اس جگہ پر جہاں وہ دفن ہونا پسند فرمائیں۔ (ابن ماجہ: 117) آپ ﷺ کو کسی میدان میں دفن اس لیے نہیں کیا گیا کہ بذاتِ خود آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ لوگ فرطِ محبت و عقیدت کی وجہ سے میرے روضۂ اقدس کو سجدہ گاہ نہ بنالیں۔ (بخاری شریف: 186/1) چناں چہ یہ خاصہ انبیا ہونے کی بنا پر جسدِ اطہر کو اُٹھا کر بستر کو الٹ کر حجرۂ عائشہ میں قبر کھودنا تجویز ہوا۔ (شامی: 235/2) حضرت ابو طلحہؓ نے مدینے کے رواج کے مطابق قبر کھودی، جو لحد بغلی تھی۔ (ہدایہ: 195/1)

سر قلم کر دوں گا: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یقین نہیں آتا تھا کہ ہمارا محبوب دنیائے فانی کو خیرباد کہہ چکا ہے۔ چناں چہ حضرت عمر فاروقؓ تلوار لے کر باہر نکل آئے اور کہا: ”جو کہے گا کہ نبی ﷺ دُنیا سے کُوچ کر گئے ہیں، میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔“ لیکن آپ ﷺ کے جانشین حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خطبہ دیا، جس میں قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا کہ آپ ﷺ کا وِصال یقینی طور پر ہو چکا تو اِس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بات سمجھ میں آئی اور اس عظیم سانحے کا یقین ہوا۔ (بخاری: 640/2)

تمام مال و متاع کا صدقہ کرنا: وِصال سے قبل آپ ﷺ نے تمام اموال و سامان کا صدقہ کیا، کیوں کہ انبیا کرام علیہم السلام ترکے میں کچھ بھی چھوڑ کر نہیں جاتے۔ (بخاری: 641/2، مشکوٰۃ: 464)

تجہیز و تکفین: تجہیز و تکفین کا کام منگل کو شروع ہوا۔ آپ کو یمن کے تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (ابنِ ماجہ: 106) یہ سعادت آپ ﷺ کے اعزہ و اقارب نے انجام دی۔ حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت قثم بن عباسؓ اور حضرت عباس کروٹیں بدلتے تھے اور حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور

(بقیہ ص 15 پر)

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے نہیں تھے

حذیفہ رفیق

پیارے آقا ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت مسجدِ نبوی میں تشریف رکھتے ہیں۔
آپ کی نشست و برخاست اور انداز و ادا سے نہ کوئی امتیازی شان نظر آ رہی تھی اور نہ ہی کوئی نمایاں حیثیت دکھائی دے رہی تھی،
جس کی وجہ سے نو وارِد یہ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ صدرِ مجلس، زینتِ انجمن، سردارِ بزم اور میرِ کارواں کون ہے؟
آپ کے چہرۂ انور پر اگرچہ قدرتی حسن، فطری جمال اور غیر معمولی کشش ہر کسی کو محسوس ہوتی تھی،
لیکن پھر بھی آپ جب اپنے ساتھیوں کے ہم نشین ہوتے تو ان کے ساتھ ایسے گھل مل جاتے کہ آنے والے کو مجبور ہو کر پوچھنا پڑتا: تم میں محمد کون ہے؟
اور کبھی کوئی اعرابی آتا تو یوں پوچھتا: آپ میں عبد المطلب کا بیٹا (پوتا) کون ہے؟

پیارے آقا ﷺ کا رتبہ بہت بلند و بالا ہے۔ آپ کے درجوں اور رتبوں کو کون پہنچے اور کون سمجھے؟
شیخ سعدیؒ نے اپنے نعتیہ کلام میں ایک جملہ ایسا کہہ دیا، جو زبان زدِ عوام بھی ہوا اور ہے بھی وہ ایسا کہ اسے جتنا دُہرایا جائے، اُتنا کم ہے۔ فرمایا:
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر — ترجمہ: مختصر یہ ہے کہ اللہ کے بعد اگر کسی کا مرتبہ ہے تو وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔
اسی طرح صحابیٔ رسول حضرت حسان بن ثابتؓ نے بھی ایک شعر نبی کریم ﷺ کی شان میں ایسا کہا،
جس میں قیامت تک آنے والے نعت خواہوں اور نبی کریم ﷺ کی مدح و ستائش میں زبان یا قلم کا استعمال کرنے والوں کو ایک پیغام دے دیا، فرمایا:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ — لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

ترجمہ: میری کیا اوقات کہ اپنے اشعار سے محمد ﷺ کی تعریف اور ستائش کروں (بھلا ان کو میری تعریف کی کیا ضرورت؟؟؟)
حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے آقا ﷺ کا نامِ گرامی لا کر اپنے کلام کو نکھار بخشا ہے۔
تو رُتبہ تو آقا ﷺ کا بہت عالی اور درجہ تو حضور اکرم ﷺ کا بہت بلند و بالا ہے، لیکن رہن سہن ایسا کہ عمومی مجمعے میں آنے والا آپ ﷺ کو پہچان بھی نہ سکے۔

8 ہجری، رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ پیغمبرِ خدا، خاتم الرسل، سید البشر اور افضل الانبیا ﷺ فاتحانہ طور پر اپنے اُسی آبائی شہر میں داخل ہو رہے تھے،
جس میں سے آٹھ سال پہلے پیارے آقا ﷺ کو مجبور ہو کر نکلنا پڑا اور

اُس وقت نکلتے ہوئے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر لاڈلے نبی ﷺ نے یہ تاریخی جملہ کہا تھا:

اِنَّكَ أَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ اِلَيَّ وَأَكْرَمُهٗ عَلَى اللّٰهِ لَوْلَا أَنَّ أَهْلَكَ أَخْرَجُوْنِيْ مَا خَرَجْتُ (مسند ابی یعلی 2635)

ترجمہ: (اے مکہ! اے پاک سرزمین!) بے شک تو پوری دُنیا میں مجھے سب سے زیادہ محبوب شہر ہے
اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سب سے زیادہ مقدّس اور عزت والا ہے۔ اگر تجھ میں رہنے والے مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو (آج) میں یہاں سے نہ نکلتا۔

مگر آج 8 ہجری میں ہادیٔ عالم، صحابہ کے جرنیل و کمانڈر، سرکارِ دوعالم، سرورِ کونین ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں تو
ان کی گردن جھکی ہوتی ہے اور جھکتی چلی جاتی ہے اور اتنی جھک جاتی ہے کہ داڑھی مبارک اونٹنی کے کجاوے سے لگنے لگتی ہے اور
آپ کے آس پاس نہ زندہ باد کے نعرے ہیں اور نہ آپ ﷺ کی تعریف کے ترانے ہیں،
بلکہ بیت اللہ پہنچ کر آپ ﷺ نے کعبے کے دروازے پر خطبہ دیا، جس میں فرمایا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کر دِکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کو اُس نے تنِ تنہا شکست دی۔
ذرا ان جملوں پر غور کریں۔ ”اُس نے وعدہ سچ کر دِکھایا۔“ ”میں نے نہیں، ہم نے نہیں“ ”اس نے اپنے بندے کی مدد کی“ ہاں بندہ اور غلام کی اور
”اسی نے تنِ تنہا شکست دی۔“ ”نہ میرا کمال تھا، نہ ہمارا کمال تھا۔

دوستو! ہم آقا مدنی ﷺ کی سیرت کا تذکرہ مختلف انداز میں کرتے ہیں، کرنا بھی چاہیے کہ خدا کے بعد وہی تو ہیں جن کے دَم سے یہ کائنات ہے،
مگر اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ذرا دیر کے لیے سیرت کے اِن نمونوں کی روشنی میں اپنے حال اور معاشرے کے عمومی مزاج کا جائزہ بھی لینا چاہیے،
تاکہ سیرتِ انور کے اس حسین پہلو کو بھی ہم اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکیں۔
سوشل میڈیا اور دیگر آلات وذرائع سے جہاں دوسری خرافات نے ہم میں بہت تیزی سے رواج پکڑا ہے،
وہاں ایک اور مرض ہم میں غیر شعوری طور پر یہ بھی سرایت کرتا جا رہا ہے کہ
ہم خودنُمائی (اپنے نمائش کرنا یا اپنے آپ کو نمایاں دِکھانا۔) اور خودستائی (اپنی تعریف کرنا یا کروانا۔) میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔
تصویروں، پوسٹوں، سیلفیوں اور نہ جانے کن کن ذرائع سے اپنے آپ کو نمایاں کرنا، منظرِ عام پر لانا اور شہرت یافتہ بنانا ہمارا وتیرہ بنتا جا رہا ہے،
پھر اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ دوسروں سے تعریفی کلمات کے اظہار کرنے کی خواہش بھی کی جاتی ہے اور
تعریفی علامات کی تعداد بڑھنے پر فخر بھی کیا جاتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔
نبی کریم ﷺ اگرچہ اس دُنیا سے پردہ فرما چکے ہیں، مگر اُن کی سیرت تو آج بھی قرآن وسنت میں محفوظ اور اللہ والوں کی شکل میں روئے زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے
تو کیا یہ خیال ہی میرے اور آپ کے رونگٹے کھڑے کرنے کے لیے کافی نہیں کہ
اگر اللہ پیارے آقا رسولِ خدا، محبوبِ رب العالمین ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو آنکھیں، کان اور زبان دے دیں اور وہ ہمارے معاشرے کا جائزہ لے اور
نبی ﷺ سے عشق اور محمد ﷺ سے محبت کے لمبے چوڑے دعوے سنے تو آپ کا کیا خیال ہے، اس مبارک سیرتِ طیبہ کا جواب یہ نہیں ہوگا کہ:
”اے عشقِ نبی ﷺ کا دَم بھرنے والو! ہمارے آقا ﷺ تو ایسے نہیں تھے۔“
دوستو! ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچیے! ہم کیا کر رہے ہیں؟ کس کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں؟
کس کی اقتدا کر رہے ہیں؟ کس کی محبت کے دعویدار ہیں؟ اور کس سے ملنے کے خواہش مند ہیں؟
اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی ﷺ کی سچی اور حقیقی محبت نصیب فرمائے۔ آمین۔

بقیہ

نبی آخر الزماں ﷺ کے آخری لمحات

تجہیز و تکفین: تجہیز و تکفین کا کام منگل کو شروع ہوا۔ آپ کو یمن کے تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (ابنِ ماجہ: 106)
یہ سعادت آپ ﷺ کے اعزہ واقارب نے انجام دی۔ حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت قثم بن عباسؓ اور حضرت عباس کروٹیں بدلتے تھے اور
حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور حضرت اسامہؓ پانی ڈال رہے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: 184/5)

لوگوں کا نمازِ جنازہ ادا کرنا: جنازہ تیار ہو گیا تو محبّین اپنے محبوب کا جنازہ پڑھنے کے لیے دوڑے۔ جنازہ حجرۂ عائشہ میں تھا،
اس لیے باری باری تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے، پہلے مردوں نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے نمازِ جنازہ ادا کی، لیکن کوئی امام نہ تھا۔ (ابنِ ماجہ: 117)
آخر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنازہ پڑھا، اس کے بعد کسی نے جنازہ نہیں پڑھا، کیوں کہ ولی کا جنازہ پڑھ لینے کے بعد جنازہ پڑھنا بُرا ہے۔

جسدِ اطہر کا دفن کرنا: پاکیزہ جسم کو پاکیزہ لوگوں حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ، اُسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمانؓ نے قبر میں رکھا۔ (ابوداؤد: 102/2)
اللہ عزّوجلّ ہم سب کو نبی آخر الزماں ﷺ اور آپ کے محبّین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

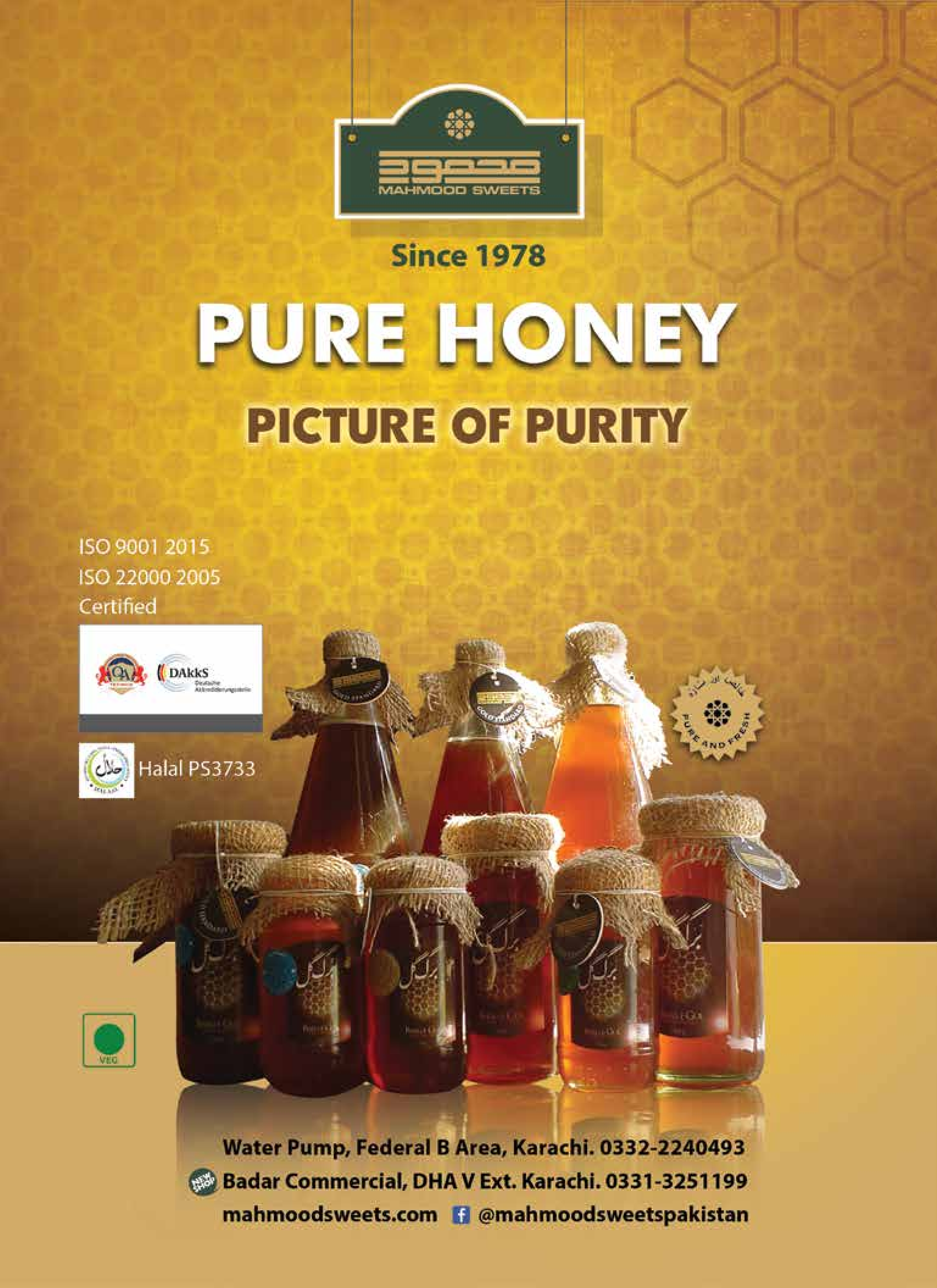
MAHMOOD SWEETS
Since 1978
PURE HONEY
PICTURE OF PURITY
ISO 9001 2015
ISO 22000 2005
Certified
DAkkS
Halal PS3733
PURE AND FRESH
VEG
Water Pump, Federal B Area, Karachi. 0332-2240493
NEW SHOP Badar Commercial, DHA V Ext. Karachi. 0331-3251199
mahmoodsweets.com @mahmoodsweetspakistan

طارق محمود

فاتحِ بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

''حکمران جب اپنی جان اور اپنے مفادات کو ترجیح دینے لگیں
تو پھر وہ ملک و قوم کی آبرو کی حفاظت کے قابل نہیں رہتے۔''

یہ مزاج رکھنے والا عظیم حکمران وسپہ سالار صلاح الدین ایوبیؒ 1138ء میں عراق کے شہر ''تکریت''میں پیدا ہوئے۔آپ کی سب سے بڑی خواہش بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کروانا تھا۔سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نورالدین زنگی کے یہاں فوجی افسر تھے، جب مصر کو فتح کیا گیا تو اس وقت سلطان صلاح الدین ایوبیؒ بھی اس فوج میں شامل تھے۔مصر کی فتح کے بعد پے در پے فتوحات شام، موصل اور حلب کی فتح کا سہرا بھی آپ کے سر رہا ہے۔

یہ جولائی 1187ء کی بات ہے۔مسلمانوں کی فتوحات کا زمانہ تھا، جنگ حطین مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین لڑی جانے والی تاریخ کی خوف ناک جنگ تھی، جس میں پوری عیسائیت یک جان ہو کر پوری قوت کے ساتھ مقابلے کے لیے میدان میں اتر آئی تھی۔اس دوران عیسائیوں کے سردار ریجینالڈ سے 4 سالہ معاہدۂ صلح طے پا چکا تھا، جس کے باعث دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کے پابند تھے، لیکن یہ معاہدہ محض کاغذی کاروائی تک محدود رہا اور عیسائی اس دوران معاہدہ کو بھول کر اپنی اشتعال انگیزیوں میں مست رہے اور مسلمانوں پر اور ان کے قافلوں پر برابر دھاوا بولتے رہے۔

اسی اثنا میں ایک عظیم الشان کارنامہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے انجام دیا جو بلاشبہ ناقابلِ فراموش ہے۔عیسائیوں کے سردار ریجینالڈ نے انتہائی ناپاک جسارت کی اور حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا اور اپنی ناپاکی کے ساتھ بلادِ نبی ﷺ ''مدینہ منورہ''میں حملے کی غرض سے وارد ہوا۔سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اس کو نکیل ڈالنے کے لیے فوری اقدامات شروع کر دیے اور ان کے تعاقب میں لگ گئے، بالآخر ''حطین'' کے مقام پر ان کو پالیا، گھمسان کی لڑائی ہوئی، عیسائیوں کو شکستِ فاش ہوئی اور اللہ نے سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔گستاخ رسول اور ناپاک حملے کی جسارت کرنے والے ریجینالڈ کو گرفتار کیا گیا اور اس بدبخت کا سلطان نے اپنے ہاتھوں سے سر قلم کیا اور ہمیشہ کے لیے واصلِ جہنم کر دیا۔

اس جنگ کی فاتحانہ کامیابی کے بعد سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کا رخ کیا اور مسلسل جدوجہد اور عملِ پیہم سے سات دن کے اندر عیسائیوں پر وہ یلغار کی کہ پوری عیسائی کمیونٹی گھٹنے ٹیک کر رحم کی اپیل کرنے لگی اور یوں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کی عظیم الشان کامیابی حاصل کر کے عظیم فاتح کا لقب پایا اور تقریباً اکانوے سال تک قبلۂ اول عیسائیوں کے قبضے میں رہنے کے بعد دوبارہ مسلمانوں کو حاصل ہوا۔

اب فکر طلب امر یہ ہے کہ مسلم امّہ کو ایک بار پھر نورالدین زنگیؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسے ایمان دار، مخلص، صالح، دلیر، شجاع، غیور، عشقِ مصطفائی کا جذبہ رکھنے والے اور مدینہ منوّرہ کی حرمت و حفاظت کرنے والے، مردِ مؤمن حکمران وسپہ سالار کی ضرورت ہے... جنہوں نے 762 سال تک قبلۂ اوّل بیت المقدس کو مسلمانوں کی حکمرانی میں دیا اور ایک عظیم فاتح کی حیثیت سے 20 سال تک حکومت کر کے 558ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اور جاتے جاتے ایک یادگار سبق اس امت کے حکمرانوں اور صاحبِ اقتدار کو دے گئے کہ

''حکمران جب اپنی جان اور اپنے مفادات کو ترجیح دینے لگیں تو
پھر وہ ملک و قوم کی آبرو کی حفاظت کے قابل نہیں رہتے...''

اللہ تعالیٰ ہمیں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسا سپہ سالار اور غیرت مند حکمران عطا فرمائے۔آمین

عشقِ رسول ﷺ کا مطلب کیا؟

عمر فاروق راشد

میرا ایک دوست قابلِ رشک احوال کا مالک ہے۔ اس کے خیال کی پاکیزگی اس کی بات بات سے ٹپکتی ہے۔ دین، علما اور دین داری کے خلاف ایک لفظ پر بھی سراپا احتجاج بن جاتا ہے۔ سیرت و سنت کے حوالے سے اس کا مطالعہ وسیع بھی ہے اور مستند بھی۔ وہ باقاعدہ قلم کار ہے اور اس کی لکھت کا سکہ بیٹھا ہوا۔ وہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا داعی ہے اور ناموس رسالت ﷺ کے دفاع میں پیش پیش رہنے والا بھی۔ میں نے اس کے کئی ایک سیمینارز میں شرکت کی تو مجھے اس کے خیالات سن کر رشک آیا۔ میں نے اسے نماز میں زار و قطار روتے دیکھا تو مجھے اس کے اخلاص میں شک نہ رہا۔ ایک روز میں نے اس کے سراپے پر نگاہ دوڑائی اور سہمے لہجے میں اس سے پوچھا: ”شان! اگر تم انگریزی لباس نہ پہنا کرو اور اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدہ شکل و صورت اپنانے سے گریز کرو تو؟“

بہت سارے لوگوں کی طرح وہ میرا بھی پسندیدہ نعت خواں ہے۔ میں اس کی نعت سنتا اور آب دیدہ ہو جاتا۔ اس کے کئی اشعار زبانی یاد کیے۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کا بڑے خوب صورت سراپا تخلیق کیا۔ طویل مدّت تک اس کا مداح رہا۔ ایک دن میرا بھائی بھاگتا ہوا آیا۔ ”لیجیے بھائی جان! یہ رہے آپ کے دلبر نعت خواں۔“ اس نے ایک تصویر میری گود میں پھینکتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے میں نے اپنے سینے میں کانچ کے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ یہ میرے عقیدت کے آبگینے کے کرچی کرچی ہونے کی آواز تھی۔ سنت سے عاری اس کا چہرہ دیکھ کر میری حیرت اور افسوس کی انتہا نہ رہی تھی۔ میں نے کہا: ”کاش! یہ خوبصورت خیالات کا مالک انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو یوں ذبح نہ کیا کرتا!“

اس دن واقعی میں نے ایک عجیب مشاہدہ کیا۔ ایک موٹر سائیکل مجھے سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ ڈرائیو کرنے والا مجھے ایک نظر میں فرشتہ دکھائی پڑا۔ اس کے سر پہ باندھا عمامہ سنت کی بہار دکھا رہا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے میرے قریب تک پہنچ گیا۔ چند ہی لمحوں میں اس کی پرہیزگاری سے متعلق میرے دل میں کئی ایک خیال آئے اور گزر گئے۔ وہ قریب آگیا تو اچانک میری نظر اس کے پیچھے بیٹھی خاتون پر پڑی۔ وہ ایک جوان عورت تھی، جس نے ہاتھ میں کتابیں تھام رکھی تھیں۔ شاید ان کا رخ کسی تعلیمی ادارے کی طرف تھا۔ میں نے سوچا: ”کیا اس شخص کی دین داری اور غیرت اس سے یہ بھی نہ کروا سکی کہ وہ اپنی اس محرم خاتون سے شرعی پردے کا اہتمام کرواتا!“

یہ تو تصویر کا ایک رُخ تھا، اب دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیے!

”کون؟“

”عمر بن خطاب“

”رات کو اس وقت عمر کا یہاں کیا کام؟“

”اے خاتون! اللہ آپ پر رحم فرمائے، دروازہ کھولیے، آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔“ آپ اندر داخل ہوگئے اور بڑھیا سے کہا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجر و فراق میں جو اشعار آپ پڑھ رہی تھی۔ ذرا دوبارہ پڑھ دیجیے۔“

ہوا یوں کہ فاروق اعظمؓ معمول کا گشت کر رہے تھے۔ ایک گھر کے سامنے سے گزرے تو پاؤں کو جیسے بریک لگ گئے۔ چراغ کی دھیمی روشنی میں ایک بوڑھی خاتون اون کات رہی تھی۔ اس کے ہاتھ چل رہے تھے تو زبان بھی رواں تھی۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجر و فراق میں ڈوبے اشعار پڑھ رہی تھی۔ جن کا ترجمہ کچھ اس طرح تھا: ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے تمام نیک بندوں اور متّقین کی طرف سے درود و سلام ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو اللہ کی یاد میں کثرت سے قیام کرنے والے اور پچھلی رات کو آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسبابِ

موت کئی ہیں (چاہے مجھے کیسی بھی موت آئے مگر) کاش! مجھے یہ یقین ہو جائے کہ روزِ قیامت مجھے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت وقرب نصیب ہو سکے گا۔'' یہ اشعار سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بے اختیار اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آگئی اور آپ زار و قطار رو پڑے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے خاتون سے کہا: ''اے خاتون! اشعار کے آخر میں جہاں آپ نے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی خواہش کی ہے۔ اس ملاقات کے مبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لیں اور یوں دعا کریں کہ ''ہم دونوں کو آخرت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب اور ملاقات نصیب ہو جائے۔'' پھر فرمایا: ''اے معاف فرمانے والے! عمر کو معاف فرمادے۔''

قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس رات ہجرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گریہ و بکا کی وجہ سے اتنے علیل ہو گئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی تیمارداری کے لیے آتے رہے۔

حضرت سعدؓ بہت سیاہ فام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے جاں نثاروں میں شمار ہونے لگے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جاں نثاری سے خوش ہو کر فرمایا: سعد! شادی کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مجھ کالے کلوٹے اور بدصورت کو لڑکی دینا کون پسند کرے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ قبیلہ ثقیف کے سردار سے جاکر کہو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے اور کہا ہے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو۔'' سعدؓ نے جاکر پیغام پہنچایا۔ سردار ان کی صورت دیکھ کر بہت برہم ہوا کہ اپنی خوب صورت بیٹی کا نکاح اس شخص سے کر دوں۔ سعدؓ مایوس ہو کر واپس جانے لگے تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی۔ جانے والے ذرا ٹھہر جا۔ وہ ٹھہر گئے۔ پھر آواز آئی: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے میرے ساتھ نکاح کرنے کو بھیجا ہے؟ اگر یہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو بسر و چشم قبول ہے۔ اس کے بعد اس سعادت مند بیٹی نے باپ کو سمجھایا کہ انھوں نے بہت برا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر ان کے چہرے پر کیوں بل پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل سے انکار کیسے گوارا کیا۔ اسلام تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش نودی کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا نام ہے۔ بہتر ہے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاکر اپنے کیے کی معافی مانگیں۔ بیٹی کی باتوں سے باپ کے دل پر بڑا اثر ہوا اور بات سمجھ میں آگئی کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی' چناں چہ وہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی۔ دنیا اور دنیوی خواہشات یہاں ہار گئیں اور عشقِ نبوی اپنے مثالی روپ میں جیت گیا۔ سعدؓ کی شادی عرب کے اسی معزز سردار کی بیٹی سے طے پاگئی۔

یہ عبداللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ آپ کسی بھی مسلمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشقی میں ہمیشہ آئیڈیل رہیں گے۔ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حد اتّباع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جہاں آپ اترتے تھے وہیں آپؓ بھی سواری سے اتر جاتے۔ ضرورت ہوتی یا نہ ہوتی۔ جہاں پیغمبر نے نماز پڑھی وہاں نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن آپ نے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا عجیب اظہار فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک جگہ قضائے حاجت کی ہیئت بنا کر کچھ دیر بیٹھ گئے' پھر اٹھ کر چل دیے۔ خادم نے پوچھا تو فرمایا: یہاں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف فرما ہوئے تھے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے تھے تو حضرت ابن عمرؓ اس کو پانی دیا کرتے تھے کہ خشک نہ ہو جائے۔

تو اب جانیے کہ عشق رسول ﷺ کا مطلب کیا ہے؟

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بس وہی ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادی۔ آپ علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے: ''جس نے میری سنّت سے محبت کی' اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی' وہ جنّت میں میرے ساتھ ہو گا۔''

قرآنِ کریم نے مکمل اتّباعِ نبوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا معیار قرار دیا ہے: ''اے نبی کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابع داری کرو۔'' معلوم ہوا اطاعت بلا محبت کی کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی محبت بلا اطاعت کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا ایمانی تعلق اس وقت تک استوار نہیں ہو سکتا جب تک اس ایمان کی بنیاد' اطاعت' اتّباع اور محبت پر نہ ہو۔ سو' میرا ہر دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق محبت و عشق کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو زندہ کر کے کرے۔ ہمارے اعضا و جوارح ہماری عقیدت کی سچی ترجمانی کریں۔ یہی عشق کی معراج اور یہی راہِ نجات ہے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی۔ایچ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامِی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

ماہِ ربیع الاوّل کی فضیلت حاصل کرنے کا طریقہ

سوال : اسلامی سال کے تیسرے مہینے (ماہ ربیع الاول) کی کوئی فضیلت اگر قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہو تو نشاندہی فرمادیں، نیز اس مہینے کی فضیلت حاصل کرنے کا طریقہ بھی ذکر فرمادیں!

جواب : ماہ ربیع الاول کی فضیلت واضح طور پر تو قرآن و حدیث میں مذکور نہیں ہے، لیکن اصولی طور پر یہ بات مسلم ہے کہ اس مہینے میں امام الانبیاء سرور کائنات جناب محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے، اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی ولادت باسعادت ایک ایسا شرف و اعزاز جو صرف ماہِ ربیع الاول کو حاصل ہے۔

باقی اس ماہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے شریعت سے کوئی مخصوص عمل ثابت نہیں ہے، البتہ اس ماہ کی تعظیم ضروری ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہر ہر عمل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا اہتمام کیا جائے۔ عقائد سے عبادات تک، معاملات سے معاشرت تک، سیاست سے اخلاق تک۔ غرض زندگی کے ہر ہر موڑ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسم کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

گستاخِ رسول... واجب القتل ہے

سوال : میں نے سنا ہے کہ جو شخص حضور اکرم ﷺ کو (نعوذ باللہ!) گالی دے یا آپ ﷺ کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی کرے، اس کی سزا صرف قتل ہے، اگرچہ وہ سچے دل سے توبہ ہی کیوں نہ کرلے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے قتل کی یہ سزا آیا اس لیے ہے کہ یہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر مرتد ہوگیا ہے یا اس کو صرف بطورِ سزا قتل کیا جائے گا؟ نیز اگر ایسا شخص سچے دل سے توبہ کرلے تو آیا پھر بھی اس کو قتل کیا جائے گا؟ کیا اس کی توبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

جواب : واضح رہے کہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں توہین کا ارتکاب (خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو) کرنے والا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی بنا پر واجب القتل ہو جاتا ہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبہ: 66) آیتِ مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم السلام) کا مذاق اڑانے کو کفر قرار دیا ہے، پس نبی کو گالی دینا تو بطریقِ اولیٰ کفر ہوگا، جو مذاق اڑانے سے بھی بڑا جرم ہے، نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں ہر قسم کی گستاخی موجبِ کفر ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ ایک یہودی

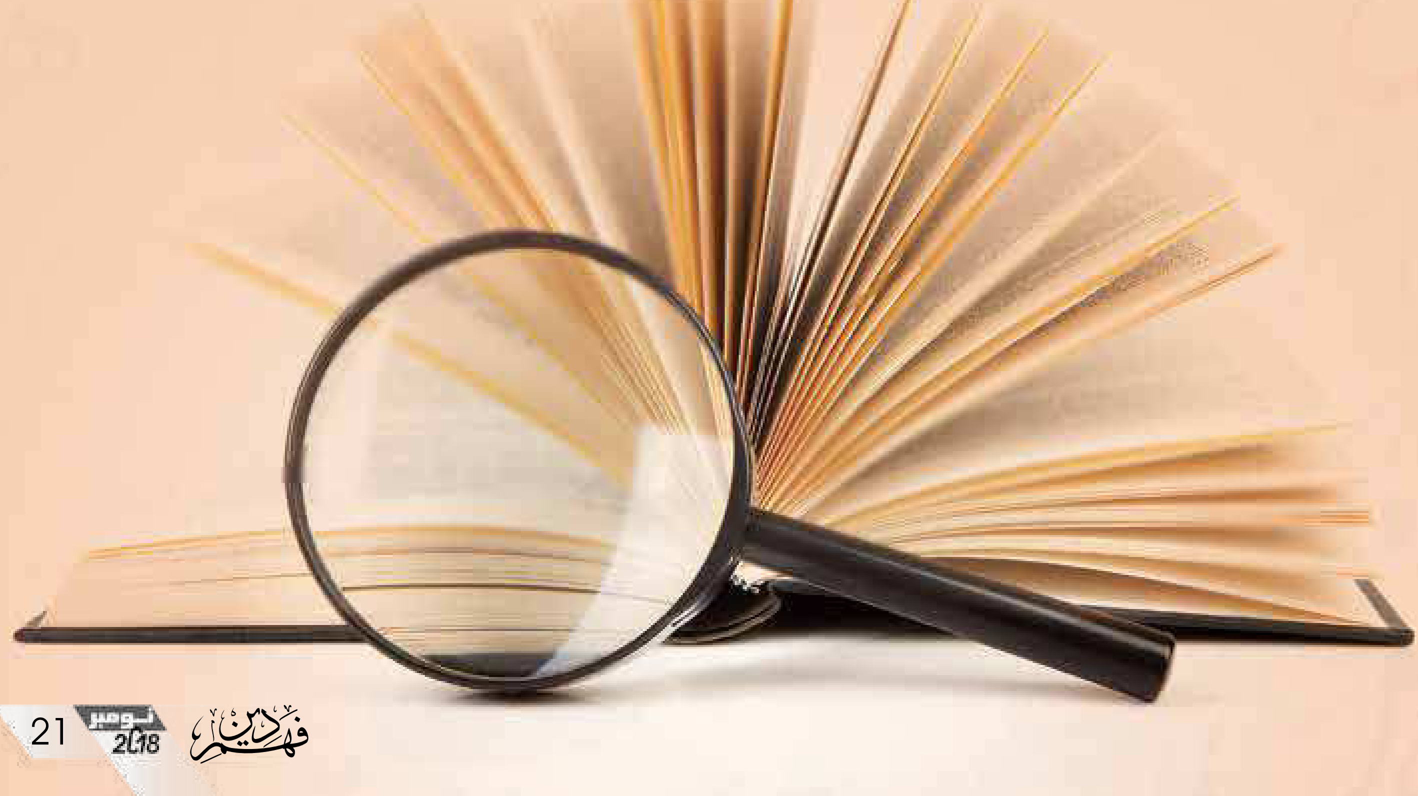

عورت نبی کریم ﷺ کی شان میں مسلسل گستاخیاں کرتی تھی‘ ایک آدمی نے موقع پا کر اس عورت کا گلا گھونٹ ڈالا‘ جس سے وہ مر گئی۔ جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس عورت کا خون ہدر (معاف) قرار دیا۔

(ابوداود) مذکورہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

اسی طرح نسائی شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو برزۃ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو برا بھلا کہا۔ میں نے ابو بکر صدیقؓ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو آپؓ نے مجھے سختی سے اس کو قتل کرنے سے روکا اور فرمایا: نبی کریم ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی شان میں گستاخی کرنے والے کو قتل کرنا درست نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں جو بھی گستاخی کا ارتکاب کرے (خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو) اس کا قتل کرنا واجب ہے۔

سوالِ بالا میں دوسرا مسئلہ گستاخ رسول کی توبہ کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے‘ سو اس بارے میں علمائے امت اس حد تک تو متفق ہیں کہ اگر ایسا شخص مکمل ندامت کے ساتھ سچی توبہ کرے تو اخروی اعتبار سے تو اس کی یہ توبہ قابلِ قبول اور باعثِ مغفرت ہے‘ البتہ دنیوی اعتبار سے اس کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں اختلاف ہے: امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ ان کا استدلال ابوداود شریف کی ایک روایت سے ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے سوائے چار آدمیوں کے باقی تمام کفارِ مکہ کو امان دے دیا تھا‘ ان چار آدمیوں میں سے ایک عبداللہ بن ابی سرح نامی شخص بھی تھا‘ جس نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا‘ جب نبی کریم ﷺ سے بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور نو مسلم جوق در جوق آپ ﷺ کی ہاتھ پر بیعت کرنے لگے تو یہ شخص بھی اچانک آپ ﷺ کے سامنے نمودار ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! عبداللہ کی بیعت بھی قبول فرمالیجیے! آپ ﷺ نے اپنی گردن مبارک اٹھائی اور اس کی اس پیشکش پر ناگواری کا اظہار فرمایا۔ تین مرتبہ یہی قصہ پیش آیا پھر چوتھی مرتبہ آپ ﷺ نے اس کو بیعت فرمالیا‘ اس کے بعد صحابہؓ سے فرمانے لگے: تم میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو میری طرف سے اس کو بیعت کرنے میں تامل کو دیکھتے ہوئے اس کو قتل کر دیتا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی منشا کو سمجھ نہ سکے‘ اگر آپ ﷺ ہمیں آنکھوں سے اشارہ کر دیتے تو ہم سمجھ جاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ نبی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی کو دھوکہ سے قتل کرادے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ گستاخ رسول اگر توبہ تائب بھی ہو جائے‘ تب بھی اس کو قتل کیا جائے گا۔

عقلِ انسانی بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ گستاخ رسول کی توبہ دنیوی اعتبار سے قبول نہ ہو‘ اس لیے کہ ایسا شخص گستاخی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کا حق پامال کرتا ہے اور ایسے گناہ کی معافی کے لیے صرف توبہ کافی نہیں ہوتی جب تک صاحبِ حق (بندہ) سے معافی مانگ کر اس کا حق معاف نہ کرا لیا جائے اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ سے معافی مانگنے کی کوئی بھی صورت ممکن نہیں ہے‘ اس لیے آپ ﷺ کا حق صرف اس کے توبہ کرنے سے معاف نہیں ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب باتفاق اہلِ علم کفر اور ارتداد ہے‘ خواہ گستاخی کی یہ حرکت سنجیدگی کے ساتھ کی گئی ہو یا مزاح کے ساتھ! اس کا مرتکب بہر حال قتل کیا جائے گا‘ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو‘ تاہم اگر اس نے سچے دل سے توبہ کر لی ہو تو اخروی اعتبار سے اس کا یہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ واللہ اعلم!

میک اَپ کی حدود

سوال: ہماری خواتین اس بات پر بحث کرتی ہیں کہ انسان اپنی خوب صورتی کے لیے میک اپ کر سکتا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مذہبِ اسلام کی رُو سے خواتین کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ بحیثیت مسلمان میک اپ کریں: جس میں سرخی‘ پاؤڈر‘ نیل پالش شامل ہے۔ کیا اس حالت میں محفلِ وعظ میں شرکت کرنا‘ قرآن خوانی اور نماز وغیرہ پڑھنا صحیح ہے؟

جواب: عورت کے لیے ایسا میک اپ کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کی فطری تخلیق میں تبدیلی کرنے کی کوشش ہو تو وہ جائز نہیں۔ مثلاً اپنی فطری اور خلقی بالوں کے ساتھ دوسرے انسانوں کے بالوں کو ملانا (ہاں انسانوں کے علاوہ دوسرے مصنوعی بالوں کا ملانا جائز ہے) اس کے علاوہ میک اپ فطری تخلیق میں تبدیلی کے مترادف نہ ہو تو وہ جائز ہے بشرطیکہ اس میک اپ کے ساتھ عورت غیر محرم مردوں کے سامنے نہ جائے‘ چنانچہ اس جائز میک اپ میں سرخی پاؤڈر شامل ہے‘ ہاں! البتہ ناخن پالش سے احتراز کیا جائے‘ کیوں کہ ناخن پالش دور کیے بغیر نہ وضو ہوتا ہے اور نہ ہی غسل۔ ناخن پالش کو ہر وضو کے لیے ہٹانا کارِ مشکل ہے۔ اور جب ناخن پالش کو ہٹائے بغیر وضو یا غسل صحیح نہ ہو گا تو نماز بھی نہ ہو گی‘ اس لیے ناخن پالش کی لعنت سے احتراز لازم ہے۔

ناخن بڑھانے اور ناخن پالش لگانے کا حکم

سوال: آج کل نوجوان لڑکیاں اس کشمکش میں مبتلا ہیں کہ آیا لڑکیاں جو ناخنوں کو پالش لگاتی ہیں۔ اس کو صاف کرنے کے بعد وضو کریں یا پالش کے اوپر سے ہی وضو ہو جائے گا۔ کئی سمجھ دار اور تعلیم یافتہ لڑکیاں اور معزز نمازی خواتین یہ کہتی ہیں کہ ناخنوں کی پالش صاف کیے بغیر ہی وضو ہو جائے گا۔

جواب: ناخنوں سے متعلق دو بیماریاں عورتوں میں خصوصاً نوجوان لڑکیوں میں بہت ہی عام ہوتی جا رہی ہیں: ایک ناخن بڑھانے کا مرض اور دوسرا ناخن پالش کا۔ ناخن بڑھانے سے آدمی کے ہاتھ بالکل درندوں کے سے ہوتے ہیں اور پھر ان میں گندگی بھی رہ سکتی ہے‘ جس سے ناخنوں میں جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے دس چیزوں کو ”فطرت“ میں شمار کیا ہے۔ ان میں ایک ناخن تراشنا بھی ہے۔ پس ناخن بڑھانے کا فیشن انسانی فطرت کے خلاف ہے جس کو مسلم خواتین کافروں کی تقلید میں اپنا رہی ہیں۔ اس خلافِ فطرت تقلید سے پرہیز کرنا چاہیے۔

دوسرا مرض ناخن پالش کا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عورت کے اعضاء میں فطری حسن رکھا ہے۔ ناخن پالش کا مصنوعی لبادہ محض غیر فطری چیز ہے۔ پھر اس میں ناپاک چیزوں کی آمیزش بھی ہوتی ہے‘ وہی ناپاک ہاتھ کھانے وغیرہ میں استعمال کرنا بھی اچھی بات نہیں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ناخن پالش کی تہہ جم جاتی ہے اور جب تک اس کو صاف نہ کر دیا جائے‘ پانی ناخن تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل۔ آدمی ناپاک کا ناپاک رہتا ہے۔ جو تعلیم یافتہ لڑکیاں اور نمازی عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ناخن پالش کو صاف کیے بغیر ہی وضو ہو جاتا ہے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اس کو صاف کیے بغیر نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل ہوتا ہے‘ للذا نہ نماز ہو گی اور نہ تلاوت جائز ہو گی۔

تعارف

زیتون کو عربی میں زیت اور انگریزی ٬فرانسیسی اور جرمن زبان میں Olive کہاجاتا ہے۔
اس کے پھل بیضوی شکل کے ہوتے ہیں٬ جن کے گودے میں پندرہ سے چالیس فیصد تک تیل ہوتا ہے جو بے پناہ خصوصیات کے باعث بے مثال مانا جاتا ہے۔
عرصہ دراز تک اس کا تیل خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں بو پیدا ہوتی ہے۔آپ اس کی بوتل کو بغیر ڈھکن ہوا میں رکھ دیں٬ چونٹیاں اس کا رُخ نہیں کریں گی۔
اللہ تعالیٰ نے زیتون میں زبردست غذائی خصوصیات رکھی ہیں۔
اس کے باغات جنوبی یورپ٬ شمالی افریقہ اور عرب کے کئی ممالک میں ملتے ہیں٬لیکن اسپین اور اٹلی زیتون کے پھل اور تیل پیدا کرنے میں سرفہرست ہیں۔
اس کا تیل نہایت شفاف ہوتا ہے۔اسے شیشے کی بوتل میں رکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہے۔

زیتون

زیتون کے فوائد بے شمار

حکیم شمیم احمد

زیتون کی فضیلت قرآن وحدیث میں

زیتون کی مبارک حیثیت کی پہلی گواہی قرآنِ حکیم میں ملتی ہے، جس پر بعد کی تحقیقات نے مہر ثبت کی ہے۔
قرآنِ مجید میں زیتون کا ذکر اس کے نام کے ساتھ چھ بار آیا ہے اور ایک دفعہ سورۃ المومنون آیت 20 میں اس کی طرف یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طورِ سینا کے اطراف ایک ایسا درخت پیدا کیا ہے، جس میں ایسا تیل ہوتا ہے جو سالن کے کام آتا ہے۔

- حضرت عمرو بن ابو اُسیدؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ”زیتون کھاؤ اور اس سے مالش کرو، اس لیے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔“
- ایک اور حدیث میں فرمایا کہ ”زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ، کیوں کہ اس میں ستّر بیماریوں سے شفا ہے، جس میں سے ایک کوڑھ ہے۔“
- ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے لیے زیتون کا تیل موجود ہے اسے کھاؤ اور بدن پر مالش کرو، کیوں کہ یہ بواسیر میں مفید ہے۔“

فاختہ کی چونچ اور زیتون کی ڈالی

مغربی ممالک میں امن کے نشان کے طور پر فاختہ کو اس طرح پرواز کرتے دِکھایا جاتا ہے کہ اس کی چونچ میں زیتون کی ڈالی ہوتی ہے۔اس منظر کشی کی بنیاد وہ روایت ہے جس کی رو سے جب حضرت نوحؑ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا قہر طوفانی سیلاب کی صورت میں آیا اور ہر شے برباد ہو گئی تو اس کے خاتمے کے بعد ایک فاختہ چونچ میں زیتون کی ڈالی سامنے لائی۔

دمہ، تپ دق میں زیتون کا تیل بے حد مفید ہے

دمہ کے مریضوں کو بیماری کی شدت سے باہر آنے کے بعد باقاعدگی سے زیتون کا تیل پلائیں تو اسے آئندہ دورے سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔یہ سانس اُکھڑنے کے دورے کے دورانیے کو کم کرتا ہے۔

روغنِ زیتون...پولیو اور فالج میں مفید

بعض ماہرینِ طبّ نے عرق النساء اور فالج کے لیے بھی مفید بتایا ہے۔پیدائشی طور پر کمزور بچوں کو زیتون کا تیل پلانے اور اس کی مالش کرنے سے ان کی ہڈیاں مضبوط اور صحت بہتر ہو جاتی ہے۔فزیو تھراپسٹ فالج، پولیو اور عضلاتی کھچاؤ کے مریضوں کو زیتون کے تیل کی مالش کا مشورہ دیتے ہیں۔

زیتون کا تیل...بہرہ پن کا علاج

اگر کان میں میل اکٹھی ہو جائے یا پانی پڑ جانے سے بہرہ پن محسوس ہو تو اس میں زیتون کا تیل گرم کر کے ڈالنا چاہیے۔اس کے قطرے کانوں میں باقاعدگی سے ڈالتے رہنے سے کان بہنا بند ہو جاتے ہیں۔

روغنِ زیتون پیٹ کے سرطان میں مفید

جاپان میں زیتون کے تیل کو آنتوں کے سرطان میں مفید پایا گیا ہے۔
مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے باشندوں کا خیال ہے کہ جو لوگ زیتون کا تیل باقاعدگی سے پیتے ہیں کبھی پیٹ کے سرطان میں مبتلا نہیں ہوتے۔

زیتون کے فوائد

1. جلنے کے زخم پر بھی زیتون کا نمکین تیل لگانے سے زخم جلد مندمل ہوتا ہے۔
2. پانی میں روغن زیتون ملا کر پینے سے قبض دور ہو جاتا ہے۔
3. زیتون کے تیل کا استعمال معدے کے زخم اور آنتوں کے امراض دور کرتا ہے۔
4. بدبودار پھوڑے پھنسیاں زیتون کے تیل سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔
5. زیتون کی لکڑی کو جلائیں سے جو تیل نکلتا ہے چھیپ اور چنبل کو ٹھیک کرتا ہے۔
6. زیتون کا تیل پیچش میں بھی مفید ہے۔
7. زیتون کا تیل آنکھوں میں ڈالنے سے بینائی بڑھتی ہے اور آنکھوں کی سرخی دور ہوتی ہے۔
8. زیتون کا تیل پیٹ کے کیڑے مار دیتا ہے۔
9. زیتون کے تیل کی مالش مرگی کے لیے بھی مفید ہے۔
10. انسان کو جلد بوڑھا ہونے سے بچاتا ہے۔
11. زیتون کے پتوں کا پانی منہ اور زبان کے زخموں کو مندمل کرتا ہے۔
12. گردے کے امراض کے لیے بھی مفید ہے۔
13. زیتون کا تیل تیزابی زہروں کا اثر زائل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
14. زیتون کا تیل زچہ بچہ کی صحت کے لیے مفید ہے۔
15. تیل یا زیتون کے پتوں کا پانی لگانے سے گرمی دانوں اور خارش میں آرام ملتا ہے۔
16. زیتون کا تیل دل کے مریضوں کے لیے مفید ہے کیونکہ اس میں کولیسٹرول نہیں ہوتا۔
17. آنتوں میں زخم ہو تو مریض کو نہار منہ زیتون کا تیل دینے سے زخم مندمل ہوتے ہیں۔
18. زیتون کے تیل کی مالش سے اعضا کو طاقت ملتی ہے اور پٹھوں کا درد رفع ہو جاتا ہے۔
19. زیتون کے پتوں کو سرکہ میں جوش دے کر کلیاں کرنے سے دانت کا درد رفع ہو جاتا ہے۔
20. روغن زیتون پتے کی سوزش اور پتھری کے ختم کرنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔
21. زیتون کو مرہموں، پلاسٹروں اور جلد کے لیے مخصوص صابن بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔
22. زیتون کے پھل کی گٹھلی پیس کر چربی میں ملا کر لگانے سے ناخنوں کا مرض ٹھیک ہو جاتا ہے۔
23. باقاعدگی سے زیتون کا تیل استعمال کرنے والے افراد نزلہ، زکام اور نمونیہ سے محفوظ رہتے ہیں۔
24. زیتون کا تیل گنج پن کا مرض ختم کرتا ہے، بالوں کو لمبا مضبوط بناتا اور جلد سفید ہونے سے روکتا ہے۔
25. کسی چوٹ کے باعث اگر ہڈیوں میں درد رہتا ہو تو زیتون کے تیل کی مالش سے آرام محسوس ہوتا ہے۔
26. بواسیر کی تکلیف یا بچوں کے مقعد سے خون بہنے لگے تو مہندی کے پتے پیس کر زیتون کے تیل میں پکائیں، اسے زخموں پر لگانے سے زخم ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

رنگت نکھارنا بے حد آسان

زیتون کا تیل مختلف مرکبات کی بدولت جلد کی خوبصورتی اور صحت کے لیے مفید ہے۔
اس سے تیار کردہ ماسک میں کیمیائی اجزا نہیں ہوتے، لٰہذا یہ بے ضرر اور عمدہ خصوصیات کا حامل ہے۔
اکثر خواتین اپنی رنگت نکھارنے کی فکر میں رہتی ہیں اور اس مقصد کے لیے قیمتی کریمیں اور لوشن استعمال کرتی ہیں۔ جن کے بے شمار نقصانات بھی ہیں۔
زیتون کے تیل سے گھر میں ماسک تیار کیا جاسکتا ہے۔

نسخہ 1: آدھی چمچی زیتون کا تیل لیجیے، اس میں دو چمچ چکوترے کا رس ڈالیں اور تھوڑی سی پسی ہوئی دار چینی شامل کر کے آمیزہ تیار کر لیجیے۔
اسے دس سے پندرہ منٹ تک چہرے پر لگائیں اور پھر تازہ پانی سے دھو ڈالیں۔ ہفتے میں دو بار یہ عمل کرنے سے آپ کی رنگت نکھر جائے گی۔

نسخہ 2: ایک چمچی مکئی کا آٹا، چوتھائی چمچ شہد اور آدھا چمچ زیتون کا تیل یکجا کر کے اچھی طرح ملالیں اور اس میں تھوڑا سا دودھ شامل کر کے چہرے پر لگائیں
اس آمیزے سے چہرے کے داغ دھبے دور ہوتے ہیں۔

نسخہ 3: آدھی چمچی زیتون کے تیل میں چوتھائی چمچ بادام کا تیل، ایک دو قطرے عطر گلاب اور آدھی چمچی سنگترے کے چھلکے کا روغن شامل کیجیے،
اسے ایک شیشے کی پلیٹ میں ڈال کے آمیزہ بنالیجیے اور بیس منٹ تک چہرے پر لگائیں۔
یہ ماسک سردیوں کی خشکی دور کرتا ہے اور جلد کو تروتازہ اور صحت مند بناتا ہے، مگر زیادہ چکنی جلد والی خواتین کو یہ ماسک نہیں لگانا چاہیے۔

SAY GOODBYE TO BAD HAIR DAYS & HELLO TO FINESSE

Shampoos & Conditioners

MADE IN USA

قسط نمبر 1

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زندگی میں پہلی بار عمرے کی سعادت مل رہی تھی۔ خود اپنی کیفیت ناقابلِ فہم تھی اور سچ کہوں تو اب تک سب کچھ ناقابلِ یقین لگتا ہے۔ جو محض اللہ کریم کی شانِ کریمی کا مجھ عامی پر خاص فضل ہوا تھا۔ کُل گیارہ راتوں کے قیام کا پروگرام لے کر ہم سفرِ عمرہ پر روانہ ہوئے۔ گھر سے ہی غسل کرکے مردوں نے احرام کی چادریں اور دوپٹی کی چپل، جبکہ خواتین نے عبایا اور جوتے پہن لیے تھے۔ ہم دو رکعت نفل پڑھ کر جناح انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہنچے اور گھر والوں سے رخصت لے کر اندر داخل ہوئے۔ احرام پہنے ہوئے ایئرپورٹ لاؤنج میں بیٹھنا منفرد سا لگا۔ اتنے میں جہاز کے اندر جانے کی اناؤنسمنٹ سنائی دی۔ بحمد للہ! بورڈنگ سے لے کر جہاز میں بیٹھنے تک سارے مراحل آسانی سے طے ہوگئے۔ جہاز نے مقررہ وقت پر اُڑان بھری، تقریباً 4 گھنٹوں پر مشتمل پرواز ہمیں لے کر جدہ کے کنگ عبد العزیز انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہنچی اور حج ٹرمینل پارکنگ میں اتر گئی۔

احرام کی نیت ہم نے میقات آنے سے پہلے جہاز میں ہی کرلی تھی۔ پاکستان کی طرف سے آتے ہوئے مقامِ میقات ''یلملم'' کے پہاڑ ہیں، اِن کے بعد حدودِ حرم شروع ہو جاتی ہے۔ ہم 4 افراد کا ایک قافلہ تھا، جس میں میرے علاوہ، میری والدہ، زوجہ اور ایک بھائی شامل تھا۔ ہم نے حج ٹرمینل پہنچ کر چاروں افراد کے لیے علیحدہ علیحدہ موبائل سِم کا بندوبست کرلیا تھا، تاکہ کہیں بچھڑنے کی صورت میں آپس میں رابطہ استوار رہے۔ سعودیہ میں رہتے ہوئے یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی۔ ظہر ہو چلی تھی، چناں چہ ہم وہیں حج ٹرمینل پر نماز پڑھ کر مکہ معظّمہ کے لیے روانہ ہوئے۔

جدہ سے مکہ کے راستے میں گاڑی کی ونڈ اسکرین سے دیکھتے ہوئے مجھے یہ خیال بھی دامن گیر رہا کہ جن راستوں سے گزر کر میں مکہ جارہا ہوں، یہاں سے اسلام کی سطوت کے شان دار ماضی میں یقینا جلیل القدر ہستیاں گزرتی رہی ہوں گی۔ یہ صرف اللہ ہی کا فضل ہے، کہ وہ ہمیں یہاں لے آیا۔ جدہ سے مکہ تک کا فاصلہ تقریباً سوا گھنٹے پر مشتمل تھا۔ کچھ دیر بعد مکہ کا داخلی راستہ نظر آیا تو بسم اللہ پڑھ کر ہم اللہ کے شہر میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کے دیدار اور پہلے عمرے کی سعادت کا جوش لیے مکہ میں اپنے ہوٹل جا پہنچے۔ سب سے پہلے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانکا، شاید حرم کا نظارہ دِکھتا ہو، مگر اس جانب ہوٹل کا مین گیٹ اور پارکنگ ایریا بنے ہوئے تھے۔ عصر کا وقت ہو چکا تھا، لہٰذا ہلکے پھلکے اِسنیکس کھا کر مسجد الحرام کی طرف روانہ ہوئے۔

ہوٹل کی بیسمنٹ (basement) سے ایک راستہ مسجد الحرام کی جانب نکلتا تھا۔ ہم اسی راستے سے بیت اللہ پہنچے۔ مسجدِ حرام دنیا کی سب سے بڑی مسجد ہے، جس کی خوب صورتی اور جاہ وجلال کا نظارہ ہم پہلی دفعہ کر رہے تھے۔ مسجد کے اسٹرکچر میں سفید اور پھر سُرمئی رنگ نمایاں ہے۔ اس کے ساتھ تعمیر میں اعلیٰ ترین پتھر، ماربل، ماہرین اور دیگر بہترین وسائل کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ ''بابِ فہد'' گیٹ نمبر 69 ہمارے راستے کے اختتام پر واقع تھا۔ اس سے اندرونِ مسجد کا آغاز ہوتا تھا۔ یہاں سے ہم

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

پڑھ کر اندر داخل ہوئے۔ ایک نہایت طویل و عریض ہال تھا، جس کے بائیں جانب قبلہ رخ تھا اور وہیں سے مطاف کی طرف بھی راستہ جاتا تھا۔ ہم بھی اِسی جانب چل دیے اور نظریں جھکائے رکھیں، تاکہ پہلی نظر کعبہ پر ڈال کر خوب دعائیں کر سکیں۔

جیسے جیسے کعبہ قریب آتا گیا، میری نظر باغی ہونے لگی اور اس کو دل کی حمایت بھی

حاصل تھی۔ آگے سیڑھیاں آگئیں، جن سے اتر کر ہم مطاف (کعبہ کے ارد گرد کا صحن جس پہ طواف ہوتا ہے، اُسے مطاف کہتے ہیں) میں داخل ہوئے اور صحن کے ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر نظر اوپر اٹھائی۔

میں نے زندگی میں پہلی دفعہ خانہ کعبہ کو اپنے آگے، اس کی پوری شان و شوکت کے ساتھ ایستادہ دیکھا۔ آنکھیں تر ہونے لگیں، ہاتھ اٹھ گئے اور ہونٹوں سے دعائیں نکلنے لگیں۔ امید ہے کہ وہ ضرور قبول ہوئی ہوں گی۔ آخر میزبان ہی تو وہ وحدہٗ لاشریک ذات ہے، جس کی فیاضی، غنا اور کرم لازوال و بے مثال ہیں۔ کافی دیر تک ہم اس دیدار اور کیفیت سے استفادہ کرتے رہے۔

پھر آگے بڑھے اور حجرِ اسود کا کونہ تلاش کیا۔ ہمارے رخ پر حطیم کا بایاں کونہ تھا، جس کے بعد رُکنِ یمانی اور پھر حجرِ اسود والا کنارہ تھا۔ حجرِ اسود کے اوپر غلافِ کعبہ پر ہر ایک عمودی قطار میں پانچ مرتبہ اللّٰہُ اَکبرُ لکھا ہوا ہے۔ طواف کا آغاز حجرِ اسود کے بوسے یا استلام سے ہوتا ہے۔ رش کے باعث بیشتر لوگوں کے لیے حجرِ اسود کو بوسہ دینا ممکن نہیں ہوتا، چناں چہ استلام ہی کیا جاتا ہے اور ہم نے بھی حجرِ اسود کا استلام ہی کیا یعنی اس کی جانب سینہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر کہا:

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْد

اور ساتھ ہی ان الفاظ میں نیت بھی کر چکے تھے کہ: ”اے اللہ! میں عمرے کے طواف کی نیت کرتا ہوں، اس کو میرے لیے آسان بنادے اور قبول فرمالے۔“ بائیں ہاتھ میں سات دانوں کی تسبیح تھی، جس کی مدد سے طواف کے چکر یاد رکھنے تھے تو پہلے چکر میں پہلا کلمہ، دوسرے میں دوسرا کلمہ اور ہوتے ہوتے آخر میں ساتویں چکر میں درودِ ابراہیمی اور بعد میں مختلف اذکار اور رُکنِ یمانی سے حجرِ اسود تک کی مسنون دعا رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ آخر تک پڑھتا رہا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ہدیے کے لیے طواف کیا تو پھیروں کے درمیان سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کی تھی۔ خبیب، جو مجھ سے عمر میں بیس سال چھوٹا ہے۔ میرے ساتھ ساتھ تھا۔ والدہ اور زوجہ کی مجھے رش کی وجہ سے فکر لگی ہوئی تھی، مگر وہ ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کے فضل سے بحسن و خوبی طواف کر کے ہم دونوں سے مقامِ ابراہیم پر آملیں۔

مقامِ ابراہیم کی طرف جاتے ہوئے سورۂ بقرہ کی آیت کا مختصر حصہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی کہ ”اور مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو“ ہمارے لبوں پر تھا۔ مقامِ ابراہیم کے نزدیک ہی صفیں بننے لگی تھیں، کیوں کہ مغرب کا وقت ہو چلا تھا۔ میں کعبے کے دروازے کی سیدھ میں اور مقامِ ابراہیم کے عقب میں کھڑا تھا، وہیں دو رکعت نمازِ واجب ادا کی اور پھر ہم مسجدِ حرام میں اپنی پہلی باجماعت نماز میں شامل ہوگئے۔ سامنے کعبے کا دروازہ تھا، وہی دروازہ جس سے گزر کر رسولِ حقؐ نے کعبے کے اندر موجود 360 بت یہ ارشاد فرماتے ہوئے توڑدیے تھے: قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

ترجمہ: حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک! باطل مٹنے کے لیے ہی ہے

اور بیت اللہ کو شرک کی آلائشوں سے پاک کر دیا تھا۔ اس احساس نے نماز کا لطف دوبالا کر دیا۔ نمازِ مغرب کے بعد ہم نے افضل مشروب آبِ زمزم کثرت سے پیا، کچھ سر پر ڈالا اور اس جانب چل دیے، جہاں بورڈ پر ”اِلی سعی“ لکھا ہوا تھا۔ زباں پر

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ

تھا۔ والدہ کی تکلیف کے پیشِ نظر وہیل چیئر کا بندوبست کر لیا تھا۔

صفا پہاڑی پر پہنچ کر سعی کا آغاز کرتے ہوئے پڑھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ،
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

کتابوں میں اس کے آگے یہ الفاظ بھی ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

یہاں اپنے لیے دعائیں مانگنے کا تذکرہ بھی آتا ہے۔ دعا مانگ کے ہم صفا سے مَروَہ کی طرف چلے۔ درمیان میں سبز ٹیوب لائٹوں سے اس جگہ کی نشان دہی کی گئی تھی، جہاں حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں، جبکہ ان کا جگر گوشہ حضرت اسماعیلؑ بے آب و گیاہ صحرا میں بلک رہے تھے۔ اس جگہ پر ہر چکر میں دوڑ لگائی جاتی ہے۔ مَروہ پر پہنچ کر پھر ہم نے وہی مذکورہ دعا پڑھی اور صفا کی جانب دوسرا چکر شروع کیا۔ صفا سے مَروَہ ایک چکر ہے اور پھر واپس مَروَہ سے صفا یہ دوسرا علیحدہ چکر شمار ہوتا ہے۔ دورانِ سعی یہ خیال دامن گیر رہا کہ جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتی ہوں گی تو حضرت اسماعیلؑ کہاں بیٹھے ہوں گے اور اماں جان کی کیا کیفیت ہوگی۔ جہاں وہ دوڑی ہوں گی، وہاں بیٹے کو کس کیفیت میں دیکھ کر اور کیا سوچ کر دوڑتی ہوں گی۔ چوں کہ زمزم کا کنواں نیچے کہیں چھپا دیا گیا ہے اور اس تک رسائی بھی آسان نہیں، لہٰذا میں اس کیفیت کا صحیح اندازہ نہ کر سکا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ چاہِ زمزم حجرِ اسود کے سامنے اور جہاں میں نے مغرب کی نماز ادا کی تھی، اس سے کچھ اور بائیں جانب ہے۔ صفا اور مَروَہ کا کچھ حصہ شیشے کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے اور کچھ اوپر والے فلور پر کھلا رکھا گیا ہے، انھیں دیکھ کر رشک آتا رہا کہ یہ اسی دور سے چلی آرہی ہیں اور پھر رشک کیوں نہ آئے... آخر قرآن نے ان دونوں کو شعائر اللہ (اللہ کی نشانیوں) میں سے قرار دیا اور اماں ہاجرہ اور حضرات انبیاء ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام و محمد ﷺ اور دیگر انبیا علیہم السلام اور اصحابِ رسولِ کریم رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے مبارک قدموں کے ساتھ ان پر چڑھتے رہے ہیں۔

چوتھے چکر سے قبل عشاء کی جماعت کھڑی ہوگئی۔ ہم نے فرض نماز ادا کی اور اس کے بعد سعی کا سلسلہ وہیں سے قائم کیا جہاں پر رکا تھا۔ خیر سے اسی طرح ساتوں چکر مکمل کیے اور آخری چکر مَروَہ پر ختم ہوا، جس کے بعد ہم وہاں سے نزدیک باب السلام کے گیٹ نمبر 17 سے وتر کی نماز ادا کر کے باہر نکلے۔

باہر نکل کر حلق کروانے کے لیے دو، تین آدمیوں سے حجام کی دکانوں، رات کے کھانے کی جگہوں اور ہوٹل کی سمت کے بارے میں پتا کر کے ہم روانہ ہوئے تو بابِ عبدالعزیز کی نئی ایکسٹینشن (Extension) سے باہر نکلے۔ خواتین نے مسجد میں ہی بال مقرّرہ مقدار میں (جو سر کے تمام بالوں کا ہر طرف سے کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر ہوتا ہے۔) کاٹ لیے تھے۔ میں اور میرا بھائی بھی مکہ ٹاور کی بیسمنٹ میں نائی کی دکان سے حلق کروا آئے اور یوں ہمارا عمرہ مکمل ہوا اور ہم سعادت مند ہوئے۔ ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ (جاری ہے)

خط نمبر 44

محمد دانش

باپ کا بیٹی کے نام خط

صبر و تحمل

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں!

بیٹی! آپ تو جانتی ہی ہیں کہ آج کے دور کی نوجوان نسل زیادہ ذہین اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی کی بدولت زیادہ معلومات اور آگہی رکھتی ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ ان میں صبر و تحمل اور برداشت کی بتدریج کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ وہ محنت اور جِدّوجُہد کے بعد فوری نتائج چاہتے ہیں اور ان میں سے اکثر انتظار کی زحمت گوارا نہیں کرتے اور نتیجتاً ان میں بے چینی، اضطرابی کیفیت، غصّہ اور چڑچڑاپن نمایاں نظر آنے لگا ہے۔ طبیعت میں ٹھہراؤ، صبر و تحمل اور قوتِ برداشت کا فقدان بہت سے معاشرتی مسائل کو جنم دے رہا ہے، جن میں عدمِ اطمینان (Frustration) تشدّد کے واقعات، طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح اور خودکشی کی جانب بڑھتے ہوئے رجحانات سرِ فہرست ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر صبر تحمل اور برداشت کیسے پیدا کرے؟ اس کا تعلق بھی خیالات اور قوّتِ ارادی سے ہوتا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور کافی حد تک اپنے فعل کا مختار ہے، اگر آج وہ خود اس کا مصمّم ارادہ کر لے کہ آئندہ غصّے اور طیش کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھتے ہوئے صبر و تحمل سے کام لے گا تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بہتر انسان نہ بن سکے۔

اس سلسلے میں ہمارے دین کی تعلیمات ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے: اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (ال عمران: 134) جو خوشحالی میں اور بد حالی میں (اللہ کے لیے) مال خرچ کرتے ہیں اور غصّے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں، اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ امام بیہقیؒ نے اس آیت کی تفصیل میں حضرت سیّدنا علی ابن حسینؓ کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ”آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی ابن حسینؓ کے اوپر گرا، تمام کپڑے بھیگ گئے، غصّہ آنا طبعی امر تھا، کنیز کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ یہ سنتے ہی خاندانِ نبوّت کے اس بزرگ کا سارا غصّہ ٹھنڈا ہو گیا اور بالکل خاموش ہو گئے، اس کے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ پڑھ دیا تو فرمایا کہ ”میں نے تجھے دل سے بھی معاف کر دیا“ کنیز بھی ہوشیار تھی، اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ جس میں احسان اور حسنِ سلوک کی ہدایت ہے۔ حضرت علی ابن حسینؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ ”جا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔“ (رُوح المعانی بحوالہ بیہقی)

ہم جب نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو انتہائی برداشت اور صبر و تحمل کے ایسے واقعات سامنے آتے ہیں جو احکامِ خداوندی کا عملی نمونہ ہیں۔ وہ عظیم ہستی، وہ رحمۃ للعٰلمین جنہوں نے طائف کی وادی میں پتھروں کے عوض دعائیں دیں، آپ ﷺ کی سیرتِ طیّبہ ہمیں بڑی سے بڑی آزمائش میں صبر و تحمل اور برداشت سے کام لینے کی تلقین کر رہی ہے۔

بیٹی! زندگی میں بہت سے ایسے مراحل آتے ہیں جہاں انسان کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے اور برداشت کی انتہا ہو گئی ہے۔ ایسے موقع پر اپنے غصّے اور جذبات پر قابو رکھنا نہ صرف سمجھداری ہے، بلکہ دور اندیشی بھی ہے۔ زندگی کا ہر عمل اور ہر فیصلہ غصّے کے بجائے نہایت ٹھنڈے دماغ کے ساتھ بہت سوچ سمجھ کر اور اس کے نتائج اور ردِّ عمل کو سامنے رکھ کر کرنا ہوتا ہے۔ یہی زندگی میں پیش آنے والے نشیب و فراز اور چیلنجز سے کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کا صحیح طریقہ اور دانائی کا تقاضا ہے۔ غصّے میں آپے سے باہر ہونے والوں کو اکثر سنگین نتائج اور پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غصّے کے بارے میں بہادر شاہ ظفرؒ کا مشہور قطعہ ملاحظہ ہو:

ظفر آدمی اُس کو نہ جانیے گا ہو وہ کیسا بھی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہے جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہے

بیہقی کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے غصے کو روک لیتا ہے، خدا قیامت کے روز اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا۔

بیٹی! ہمارے دین میں غصّے کو ضبط کرنے کی کتنی بڑی جزا ہے۔ غصّے کے بے دریغ اظہار کی ہر جگہ ممانعت کی گئی ہے۔ ہاں آپ ظلم، زیادتی، حق تلفی، بے انصافی اور بے عزّتی سے ہرگز سمجھوتہ نہ کریں اور اپنے جائز حقوق کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتی رہیں، لیکن یہ جِدّوجُہد مفاہمانہ انداز میں دلائل کے ساتھ، موقع و محل کی مناسبت سے اور صبر و تحمل کے ساتھ ہونی چاہیے۔

یاد رکھنا! صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے اور جس کے ساتھ مالکِ حقیقی ہو اُسے اور کیا چاہیے۔ ایک کامیاب زندگی کے تمام معاملات میں صبر و تحمل اور برداشت سے مثبت نتائج سامنے آتے ہیں۔ بات بات پر بھڑک جانا اور غصّے سے بے قابو ہو کر جو منہ میں آئے کہہ دینا اکثر نہ صرف پچھتاوے کا باعث بنتا ہے، بلکہ ایک متوازن باکردار شخصیت کے باوقار طرزِ عمل کے بھی منافی ہے۔

دعا گو

آپ کے ابو

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Perfect®
Freshener
Room
Freshener
اصلي
ASLEE
LA PERFUME
Dry
300 ml e
THE WELCOMING
FRAGRANCE
OF HOME
/perfectairfreshener
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

امۃ اللہ

کھنڈر

بتا رہے ہیں عمارت عجیب تھی

"واؤ... ! کتنا خوب صورت اور عالی شان محل ہے۔ ماں ! میں نے کبھی اتنا پیارا گھر کسی کا نہیں دیکھا۔ ماں ! کیا ہم اس کے اندر نہیں جا سکتے ؟ ماں ! چلو نا... ؟ میں نے یہ اندر سے دیکھنا ہے۔" مصطفیٰ اپنی ماں کی چادر کھینچتے ہوئے کہنے لگا۔

"چھوڑو ! مصطفیٰ بیٹا تنگ مت کرو۔" مصطفیٰ کی ماں نے اسے گود میں اٹھاتے ہوئے سختی سے کہا۔ مصطفیٰ رونے لگا اور ضد پر آگیا۔ "رات بہت ہو چکی ہے بیٹا ! ہم پھر آئیں گے یہاں۔" مصطفیٰ کی ماں نے اسے پیار کرتے ہوئے منانا چاہا، مگر مصطفیٰ نے کہاں ماننی تھی۔ اب وہ روز اسی راستے سے محل دیکھنے کے بہانے گزرتا۔ ننھے مصطفیٰ کو وہ عمارت بہت پُر کشش لگتی اور ڈانٹ مصطفیٰ کے قدموں کو روک دیتی۔

"چلو، مصطفیٰ ! اب جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ کی چھٹیاں ختم ہوئیں۔ دادا کو الوداع کہو اور پیار کرو۔" مصطفیٰ کی والدہ نے اسے دادا کے قریب کرتے ہوئے کہا۔ ابھی دادا نے مصطفیٰ کو اپنی شفقت بھری باہوں سے جدا نہ کیا تھا کہ مصطفیٰ دادا سے ہاتھ چھڑا کر باہر کی طرف بھاگا اور اتنا تیزی سے دوڑا کہ سب حیران پکارتے رہ گئے، مگر وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ دادا بھی مصطفیٰ کے پیچھے دوڑے اور بھاگتے چلے گئے۔ چند گلیاں مڑنے کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ مصطفیٰ اسی محل کے سامنے سکتے میں کھڑا ہے۔ "مصطفیٰ... ! مصطفیٰ... ! بیٹا چلو یہاں سے... آپ کو پتا نہیں، بچے اتنی دور اکیلے نہیں جاتے۔" مصطفیٰ کے دادا نے اسے گود میں اٹھایا اور بڑی مشکل سے واپس لے کر آئے۔

"دادا ! مجھے وہ محل اندر سے دیکھنا ہے۔ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گا۔ مجھے نیچے اتاریں۔ میں نے آپ سے بات نہیں کرنی۔" مصطفیٰ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

"اچھا ! ٹھیک ہے... پھر میں آپ کو وہ محل اندر سے دکھاؤں گا۔" دادا کا یہ کہنا تھا کہ مصطفیٰ بالکل خاموش ہو گیا۔ "کیا واقعی آپ مجھے وہ محل اندر سے دکھائیں گے ؟" مصطفیٰ حیرانی سے بولا۔ "آپ مجھ سے پرومس کریں۔"

"جی، جی، میرے جگر کے ٹکڑے۔ میں آپ کو وہ محل ضرور دکھاؤں گا، مگر ابھی نہیں۔ اگلی چھٹیوں میں جب آپ آؤ گے تب۔" بڑی مشکل سے مصطفیٰ کو منایا اور رخصت کیا۔

مصطفیٰ کو کیا معلوم تھا کہ کڑیل جوان ہو کر جب وہ آئے گا تو نہ دادا کو پائے گا اور نہ ہی اس بے مثل محل کو۔ دن گزرتے دیر نہیں لگتی اور وقت کی رفتار کا کوئی مقابل نہیں۔ صبح صادق کے وقت عرصۂ دراز کے بعد سُنسان سڑکوں پر مصطفیٰ، دادا کی گلی ہی بھول چکا تھا، وہ اپنی کار سے نکلا اور چابی کے چھلّے کو اپنی انگلی میں گھماتا، سیٹی بجاتا، چاروں طرف دیکھنے لگا۔ بلیک جینز، ڈارک بلو شرٹ، کلین شیو، بائیں کان میں چھوٹی سی بالی اور ہاتھ میں بڑے ڈائیل والی گھڑی پہنے مصطفیٰ کہیں سے بھی پہچانا نہیں جارہا تھا۔ وی آئی پی بلیک شائنز والے شوز کے ساتھ قدم بڑھاتا مصطفیٰ اچانک سے ٹھہر گیا اور کسی ویران کھنڈر کو دوربین کی سی نگاہوں سے دیکھنے لگا، پھر اس کے تھوڑا قریب جانے پر اسے اپنے بچپن کا وہی خوب صورت محل یاد آگیا، جسے دیکھنے کے لیے، وہ دن میں کئی بار چکر لگایا کرتا تھا، مگر یہ کیا...؟؟ یہ ہے تو وہی جگہ، مگر اس محل کو کیا ہوگیا ہے؟ خیر...! مجھے کیا، میں تو چلا دادا کی گلی۔

اب یہاں سے آپ سنیں محل کی کہانی۔۔۔ خود مصطفیٰ کی زبانی

"اوہ، ڈیئر دادا جان! میں نے آپ کو بہت مِس کیا، مگر میں آپ سے ملنے نہ آسکا، یہاں تک کہ آپ مجھ سے اتنا دور چلے گئے۔" دادا کے گھر کا دروازہ دیکھ کر میری زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے۔ "میں یہاں چھٹیاں گزارنے 20 سال بعد آیا ہوں۔ بس چند دن ہی رُکنے کا ارادہ ہے۔ آپ کی یادیں مجھے یہاں زیادہ ٹھہرنے نہ دیں گی۔

میں آج بھی اسی راستے سے گزرتا ہوں، جس راستے میں وہ محل تھا، جو اب کھنڈر بن چکا ہے۔ میرے دل میں چھپی اس محل کی بچپن کی کشش نے مجھے پھر بے تاب کردیا ہے۔ کل جس حسین محل کی کھڑکیوں سے میں اندر جھانکنا چاہتا تھا، آج اس کھنڈر کی داستان کو جاننا چاہتا ہوں۔ میں نے کئی دن اس محل کے چکر کاٹے، مگر اس ویرانے میں مجھے کوئی بھی نہ ملا، جو اس کی داستان سناتا، یہاں تک کہ میری چھٹیاں ختم ہوگئیں اور میں اپنا سامان کار میں رکھ کر چل دیا۔

پھر دل میں خیال آیا کہ ایک بار پھر اس راستے سے گزرتا ہوں۔ میں نے اپنی کار کا رخ موڑا اور اسی محل والے راستے سے گزرنے لگا کہ اس کھنڈر کے باہر مجھے ایک بوڑھی اماں نظر آئیں، جن کے ہاتھوں میں ایک تختی سی تھی، جو غالباً لوہے سے بنی ہوئی تھی، جسے وہ سینے سے لگائے، آنکھیں بند کیے، ان ہی کھنڈروں سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ میرے بچپن کا خواب اس محل کی داستان کو جاننا تھا، سو میں بے ساختہ کار سے اترا اور اس کے قریب تک چلا گیا۔

ابھی میں نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ میرے قدموں کی آہٹ سے وہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگیں۔ اُن کے چہرے پر افسردگی نمایاں تھی۔ میں نے سلام کیا، جس کا جواب مجھے نہیں ملا۔ پھر میں نے کہا: "اماں جان! برا نہ مانیں تو کچھ پوچھوں؟" مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ مجھ سے بات کریں گی، مگر وہ کہنے لگیں:

"پوچھ کر کرنا کیا؟ بتا کر کرنا کیا؟
کھنڈروں کو کھنڈروں پہ ہے تعجب!
ایسے جی کے مرنا کیا؟"

مجھے اُن کی یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی، مگر میں نے پھر ہمت جمع کر کے اُن سے کہا: "اماں جان! کیا آپ اس محل کی کہانی جانتی ہیں؟"

اماں نے ایک نظر میرے چہرے پر ڈالی اور کہنے لگیں: "کیا تم مسلمان ہو؟"

میں نے کہا: "جی! میں مسلمان ہوں۔" میری اس بات پر اماں کچھ زیرِ لب مسکرائیں اور پھر کہنے لگیں: "تمہارا نام مصطفیٰ ہے؟"

میں تعجب سے بولا: "آپ کو کیسے پتا؟"

انھوں نے میرا سوال نظرانداز کر کے ایک اور سوال کردیا: "آئینہ دیکھتے ہو؟"

میں نے کہا: "جی...!!"

کہنے لگیں: "نہیں...! تم نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ اگر دیکھ لیتے تو خود کو بدل لیتے یا پھر نام بدل لیتے۔" میں ان کی یہ بات سن کر پانی پانی ہوگیا۔

پھر ایک جھکی ہوئی دیوار سے ٹیک لگاتی ہوئیں بولیں: "کیا تم بے تاب ہو اس کہانی کے سننے کے لیے، جس کے لیے تم نے بہت دیر کردی۔" وہ جواب طلب نظروں سے مجھے دیکھنے لگیں۔

میری طبیعت میں جلد بازی ہے، سو میں نے بغیر توقّف کیے پھر کہہ دیا: "کیا آپ مجھے اس محل کی حقیقت بتاسکتی ہیں؟" بوڑھی اماں نے اداسی کو سمیٹتے ہوئے کہا: "تو سنو...!! ایک وقت ایسا تھا کہ یہاں بہت چہل پہل ہوا کرتی تھی۔ میں اس محل کی خاص خادمہ تھی۔ میری جان! میرا سب کچھ میرے آقا پر قربان...! اللہ انھیں جنت الفردوس میں ضرور نبی کریم ﷺ کی رفاقت عطا فرمائیں گے۔ اس محل میں ہر طرح کا آرام اور آسائش کا سامان تھا۔ کمی تھی تو بس ایک لائق فرزند کی۔ دسیوں نوکر چاکر اور تین بیویاں تھیں سردار کی۔ کئی سال یہ محل اپنی شان و شوکت کے باوجود ایک بچے کی رونق سے محروم رہا۔ پھر ایک دن سردار نے اپنے دوست کی دعوت کی، جو عالم تھے۔ بات چیت کے دوران اس شخص نے سردار کو چند حدیثیں اور آیتیں سنائیں، جو سردار کی رگ و جاں میں اُتر گئیں اور سردار نے حکم دیا کہ یہ آیات اور احادیث سونے چاندی کے تاروں سے نقش کر کے اس محل کی دیوار میں فریم بنوا کر نصب کی جائیں اور آنے والی نسل کے ہر فرد کو گھٹی میں پلائی جائیں۔ سو! اس حکم کو پورا کیا گیا۔"

میں نے کہا: "ان آیات اور احادیث میں ایسا کیا تھا؟"

وہ اداسی سے کہنے لگیں: آیت تو یہ تھی کہ

"نہیں ہیں محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے بھی باپ، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔" (الاحزاب: 40)

اور حدیث یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میری مثال اور اُن انبیا کرام کی مثال، جو مجھ سے پہلے آچکے ہیں، اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے ایک خوب صورت مکان بنایا، لیکن اس کے ایک کونے میں سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی اور لوگ اس مکان کے چاروں طرف گھومے، وہ مکان ان کو بڑا اچھا لگا اور وہ مکان بنانے والے سے کہنے لگے کہ آپ نے اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔" (مسلم)

سردار نے کہا: بس یہ آیت اور حدیث ہی میری ساری زندگی کے لیے کافی ہے... پھر اس محل کی کایا پلٹ گئی اور سردار پر اللہ کی نوازشیں شروع ہوگئیں، اس محل کی تمام ترونقیں درحقیقت اس میں نصبِ اِسی فریم سے تھیں، جس کی آخری اینٹ آج بھی قادیانیت کی نگاہوں میں کھٹک رہی ہے۔ سردار کو اللہ نے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ بھی ایک بیوی سے۔ پھر جہاں نوازشِ محبت ہوتی ہے، وہیں آزمائشِ محبت بھی ہوتی ہے۔

سردار کی دو بیویوں کو یہ بالکل گوارہ نہ ہوا کہ سردار ان دونوں کو چھوڑ کر تیسری کی طرف مائل رہے اور یہاں عقیدۂ ختمِ نبوت جنم لے سکے اور مضبوط ایمان کے سپاہی

پروان چڑھیں‘ لہٰذا یہیں سے انھوں نے قادیانیت کا جال بُننا شروع کیا۔ اب تک کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ دونوں بیویاں قادیانی تھیں‘ لہٰذا غیر محسوس طور پر قادیانیت نے کھوکھلی جڑیں پکڑنا شروع کیں اور وہ دس بیٹے سب کے سب جوان ہوگئے۔ کون کھوٹا؟ کون کھرا؟ معلوم کرنے کے لیے ایک دن سردار نے ان سب کو بلایا اور چند سوالات کیے‘ جو سب کے سب عقیدۂ ختمِ نبوت سے تعلق رکھتے تھے‘ جس کا سردار کو خوف تھا آخر وہی ہوا۔

قادیانیت کا وہ جال‘ جو اسی وقت کے لیے بُنا گیا تھا‘ پھینکا گیا جس میں سے صرف دو بیٹے ہی نکل سکے اور پھر ایسی تباہیاں شروع ہوئیں‘ جن کو بیان کرنے کی مجھ میں سکت نہیں۔ اس فریم راہِ نجات کو اُکھیڑا گیا‘ اس کی بے حرمتی کر کے قتل وغارت کی گئی۔ محل... جہالت وگم راہی کی آگ سے بھڑک اٹھا‘ یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہا‘ سوائے سردار کے پوتے کے‘ جس کی پیدائش پر ہی سردار نے اس کی وفات کی افواہ پھیلادی اور اسے قادیانیت کے سائے سے دُور بھیج دیا‘ اسے صحیح عقیدہ خاتون کے حوالے کرنے کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی اور اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے اس رات میں محل سے نکلی اور اس بچے کو دور کہیں لے گئی اور میں اپنا ایمان اور بچے کی جان بچانے میں کام یاب ہوگئی۔“ پھر اماں نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور کہا:

”اب میں منتظر ہوں یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کا ایمان بچا یا نہیں؟“

پھر بوڑھی اماں نے ایک لمبی آہ بھری اور کہا: ”مجھے سردار نے مرتے وقت یہ وصیّت کی تھی کہ میں ان کے محل کو قادیانیت کے حوالے ہرگز نہ ہونے دوں اور اس تختی پر نقش آیت اور حدیث کو نہ صرف اندر‘ بلکہ محل کے باہر بڑے لفظوں میں نصب کراؤں اور پھر اس محلِ نبوت کو کھنڈر ہونے سے بچاؤں...اُن کی آخری سانسیں چل رہی تھیں اور اپنے ہونٹوں کو صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ہماری جانیں رہیں یا نہ رہیں‘ مگر ناموسِ رسالت باقی رہے گی۔“ پھر بوڑھی اماں نے اپنا منہ گھٹنوں میں دے دیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے خود کو زور سے بھینچا اور اﷲ... اﷲ... کی صدائیں لگانے لگیں۔

پھر کہا: ”مگر افسوس ایک بڑھیا سوائے عاجز ہونے کے اور کر ہی کیا سکتی ہے۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ میری آہیں اس سالم عقیدے کو دوبارہ اس کھنڈر تک لے آئیں اور کوئی بے تاب ہو کر پھر ختمِ نبوت سے اس محل کی رونقوں کو مہکا جائے۔“ پھر بوڑھی اماں کے خشک لبوں کے کنارے مسکان کی ہلکی سی تری آئی اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگیں: ”واہ! کیا شان ہے تیری! وہ مٹنے سے بھی درحقیقت مٹتے نہیں جو جان‘ جانِ آفریں کے سپرد کرتے ہیں۔ کتنے ہی صحابہ‘ صالحین‘ مسلمین ختمِ نبوت کے لیے لڑ مر گئے‘ سمٹ کر بکھر گئے اور کہنے لگے کہ ہزار جانیں بھی ہوتیں اس جسم میں تو سب ختمِ نبوت پر لُٹادیتے‘ مگر کسی کذّاب کو نبی نہ کہتے۔“ پھر وہ اس کھنڈر کی طرف دیکھنے لگیں۔

اتنے میں ہوا تیز ہوگئی اور جو چراغ بوڑھی اماں کے سامنے جل رہا تھا‘ اس کی لو ڈگمگانے لگی۔ بوڑھی اماں اس کی طرف جھکیں اور اس چراغ کی لو کو اپنے کپکپاتے ہاتھوں کا سہارا دیا‘ جس سے وہ پھر بلند ہوئی اور سیدھی ہوگئی‘ پھر وہ مسکرائی اور تھوڑی دیر بعد اس کی خشک آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہوگئے۔ میں انھیں بڑی تعجب خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا‘ میرے لیے یہ منظر عجیب تھا‘ اس سے پہلے نہ میں نے یہ باتیں سنیں‘ نہ کسی بات نے مجھ پر اتنا گہرا اثر چھوڑا۔

”ٹپ ٹپ ٹپ...“ ان کی آنکھوں سے چراغ میں گرنے والے قطروں کی آواز میرے کانوں میں گھل رہی تھی‘ جس کا کوئی موسیقی مقابل نہ ہوسکتی تھی۔ انھوں نے اپنی کمر سیدھی کی اور نہ تھمنے والے سمندر کو روکنے کے لیے آنکھیں بند کرلیں اور نجانے کس کا درد محسوس کرنے لگیں‘ پھر آنکھیں کھولیں‘ ایک آہ بھری اور کہا:

جب سازشیں تیار کرتا ہے بیدار ہو کر دشمن
تو غفلت میں سوئے مسلمان کو حیا کیوں نہیں آتی

پھر وہ بوڑھی اماں گہری خاموشی میں ڈوب گئیں۔ میری جگہ کوئی بہرہ بھی ہوتا تو وہ بھی ان آہوں کے احساس میں جل پڑتا۔ میرے دِل کے سوالوں نے مجھ پر بے چینی کا طوفان کھڑا کردیا۔

1۔ کیا میں واقعی مسلمان ہوں؟ اگر ہوں تو میرا حلیہ مسلمانوں جیسا کیوں نہیں؟؟

2۔ کیا میرے سینے میں دردِ نبوی ہے‘ اگر ہے تو ختمِ نبوت کے لیے کچھ کر دِکھانے کا جذبہ پیدا کیوں نہیں ہوتا؟

3۔ میری زندگی اگر واقعی زندگی ہے تو مجھے جینے کا احساس کیوں نہیں ہوتا؟

پھر میں نے کہا: میں کیسے سدھروں؟ اور ایسا کیا کروں کہ سچا پکا مسلمان ہو جاؤں؟ میرے پاس کوئی علم و عمل نہیں۔

بوڑھی اماں کی سرخ آنکھیں میری طرف متوجہ ہوئیں اور کہا:

نہ علم کتابوں سے آتا ہے‘ نہ سمجھ سندوں سے
گر کچھ کمال تجھ کو چاہیے تو سینے میں نبی کا درد پیدا کر

میں بوجھل دل کے ساتھ وہاں سے اٹھا اور اس بوڑھی اماں کی باتوں کو سمیٹ کر جانے لگا۔ شرمندگی سے چند قدم ہی بڑھائے تھے کہ بوڑھی اماں نے کہا:

سنبھل کر چل مصطفیٰ!
تیرا اٹھنے والا قدم کہیں محمد عربی ﷺ کے سینے پر وار نہ ہو؟“

میں وہیں ٹھہر گیا اور آگے بڑھنے کی پھر تو ذرا ہمت نہ ہوئی۔ میری پتھریلی آنکھوں سے آج پہلی بار سیلِ رواں جاری تھا۔ اتنا غم اور نالائقی میں نے پہلے کبھی محسوس نہ کی‘ پھر میرے قدموں میں جنبش ہوئی اور ایک قدم اُٹھایا تو بوڑھی اماں نے درد بھرے لہجے میں آہستہ سے کہا:

میرے مولیٰ! مصطفیٰ جا رہا ہے‘ کیا تو اسے روکے گا نہیں؟

میرے دِل میں درد کی لہر دوڑ گئی اور میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو میں پہچان گیا کہ میں وہی بچہ ہوں جس کے عقیدے کی جان بچانے کے لیے دینِ اسلام کے محل کے ہزاروں افراد قربان ہوئے‘ لاکھوں نے جانیں دیں اور کتنے ہی ناموسِ رسالت پر فریفتہ ہوتے ہوئے کٹ گئے۔

بوڑھی اماں نے میری طرف وہی آیت اور حدیث والی تختی کی‘ جو انھوں نے اپنے سینے سے چمٹا رکھی تھی‘ وہ تقریباً جل چکی تھی‘ جگہ جگہ نقش الفاظ مٹنے کے قریب تھے۔ اس پر لگے لہو کی مہک نے میری آنکھیں روشن اور دِل مسرور کردیا۔ میں نے کہا: میں اس محل کو ضرور ختمِ نبوت کی رونقوں سے سجاؤں گا۔

میں جب تک ہوش میں نہ آیا تھا‘ تو لگتا تھا سو رہا ہوں
اب یہ آنکھیں کھلیں ہیں تو تا حشر بیدار رہیں گی

اے نبی ﷺ! تیری قربانیوں پر قربان مصطفیٰ

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

اہلیہ مظفر

توبہ کا دِیا

آخری قسط

ہیں...! ! یہ انگریزوں کی دنیا میں عربی کہاں سے آگیا...! یہ بولتے ہوئے میں بھول گیا کہ میں خود بھی اِن کی دنیا سے نہیں ہوں۔

”اوکے ! تم اشاروں سے مجھے اپنا گھر بتاتے جاؤ۔“میں نے اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے اشاروں میں اُس سے کہا۔

”گاڑی میں چلاؤں گا...!“اُس نے اشاروں میں ’میرے گاڑی چلانے پر انکار کرنا چاہا۔”نو...سِٹ ڈاؤن...میں چھوڑآؤں گا... بیٹھو ! ضد نہ کرو۔“میں نے سیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ گیا’ وہ تھوڑی تھوڑی اُردو سمجھ لیتا تھا’ یہ مجھے اُس سے بات کر کے پتا چلا۔

”تم کیا کرتے ہو لڑکے ؟“میں نے گاڑی ریورس کرتے ہوئے کہا۔

”اَنَاطَالِبُ عِلْم۔“اچھا! تو یہ طالبِ علم ہے۔میں نے اُسے حقارت سے دیکھا’ وہ مسکرا کر بتا رہا تھا’ مگر میرے اندر اچانک سے نفرت کی آگ سُلگنے لگی۔ علما سے نفرت کا بدلہ ...مجھے پتا نہیں کیوں اس سے لینے کا دل چاہا۔ میں ایک پَل میں جیسے کوئی حیوان بن گیا۔

”اُترو...!“میں نے گاڑی کا فرسٹ سائیڈ دروازہ کھول کر کہا۔

اُس نے پہلے مجھے دیکھا’ پھر کھلے ہوئے دروازے کو’ پھر باہر کے اندھیرے اور خاموشی کو اور آہستگی سے ”جزاک اللہ !“ کہتے ہوئے اُتر گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ اُس نے کیا کہا ہے’ بس نامانوس سے الفاظ لگے۔

میرے شیطان نے کروٹ لی’ وہ جو گاڑی سے اُتر کر آگے کی طرف جا رہا تھا’ میں نے گاڑی کی رفتار تیز کی اور پیچھے سے اس کے اوپر چڑھا دی’ وہ گھٹنوں کے بَل نیچے گرا۔ میں نے گاڑی تھوڑی سی پیچھے کر لی’ وہ پوری قوت لگا کر فٹ پاتھ پر پاؤں رکھ کر اُٹھا’ تھوڑا سا کھڑا ہوا’ پھر گرنے لگا’ پھر کھڑا ہوا اور ”اللہ !“ کہہ کر لنگڑا کر چلنے لگا۔ اُس نے مجھے پیچھے مُڑ کر گالی تک نہیں دی ’بُرا بھلا نہیں کہا۔ وہ چلتا رہا’ وہ صراطِ مستقیم پر تھا نا معارج...! ! اُسے یقین تھا کہ وہ جس راستے کی طرف جا رہا ہے’ وہ ٹھیک ہے’ وہ صحیح منزل پر ہی پہنچے گا۔“

یہ کہہ کر فیصل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور معارج کا ایک پل کے لیے دل چاہا کہ وہ اِس سنگدل کا گلا دبا دے’لیکن پھر اس کو اپنے بابا جان کی بات یاد آئی کہ ”معارج بیٹا ! ہمیشہ گناہ سے نفرت کرنا گناہ کرنے والے سے نہیں۔“وہ پھر کیسے بابا جان کی بات رد کر سکتا تھا’ وہ خود تو نہیں تھے’لیکن اُن کی یادیں...! (مشعل سے ملنے کے لیے’اس کے گھر کی طرف جاتے ہوئے اس کے بابا جان اور ماما جان ’اِن سے ہمیشہ کے لیے ایک کار ایکسیڈنٹ میں بچھڑ گئے تھے’لیکن اپنی یادوں کے ساتھ ہمیشہ مشعل اور معارج کی یادوں میں زندہ رہے) ”پھر پتا ہے کیا ہوا معارج...! وہ لُڑھکتا ہوا آگے’ بہت آگے چلا گیا اور رات کے اندھیرے میں دوسری طرف سے تیزی سے آتے ٹرک کے نیچے آگیا’اس کا وجود قیمہ بن چکا تھا۔“

فیصل آگے بتا رہا تھا: ”معارج ! میں یہ نہیں چاہ رہا تھا جو ہو گیا...پھر میں وہاں سے بھاگ گیا’لیکن اپنا سکون وہیں چھوڑ آیا’ میری راتوں کی نیندیں اُڑ چکی تھی’ہر وقت اُس کی قیمہ بنی لاش میرے ذہن میں گھومتی رہتی تھی۔ پتا نہیں وہ کس گھر کا چشم و چراغ ہوگا’اس کے گھر والوں کو اگر میرا پتا چلا تو وہ تو مجھے بھی...اِس کے آگے کا حشر سوچتے ہوئے بھی مجھے خوف آنے لگتا۔ ضمیر کی ملامت بڑھتی گئی اور میں اپنا ضمیر خوش کرنے کے لیے کہ ”میرا کوئی قصور نہیں تھا’اُسے تو اُس ٹرک والے نے مارا ہے۔ میں نے تھوڑی مارا ہے۔“ اس طرح کے جملوں سے خود کو تسلّی دینے لگا’ پھر جب بوجھ حد سے بڑھ گیا تو اس کے گھر گیا۔ دروازہ ایک باریش شخص نے کھولا۔

"السلام علیکم! اَھلًا وَّسَھلًا مَرحَبا!" وہ مسکراتے ہوئے مجھ سے معانقہ ومصافحہ کر رہے تھے۔
میں حیران رہ گیا... شاید اِن کو اپنے بیٹے کی موت کی خبر نہیں پہنچی ہو گی۔
"آپ! محمد عبداللہ کے دوست ہیں بیٹا؟" وہ اُردو اتنی اچھی بول رہے تھے، میں حیران رہ گیا۔ "آپ کا بیٹا... !!" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
"ہاں! وہ میرے پیارے اللہ کے پاس چلا گیا ہے۔" وہ مجھے اپنے ساتھ ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد چائے وغیرہ کا انتظام ہو گیا۔
"اس کی کیا ضرورت تھی انکل... !! میں نہیں لے سکتا۔" میں کیسے اس شخص کے گھر سے کھا سکتا تھا، جن کا جوان بیٹا میری وجہ سے موت کی آغوش میں پہنچ چکا تھا۔
"بُری بات ہے بیٹا! تین دن سے زیادہ سوگ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ میرے لیے باپ ہوتے ہوئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے، آپ تو پھر دوست ہیں میرے بیٹے کے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہے تھے، وہ کیا سمجھ رہے تھے اور میں کیا تھا... میں اس صبر واستقلال کے پہاڑ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔
"انکل آپ کو دکھ نہیں ہوا... آپ کا دل نہیں چاہا کہ آپ اُس شخص کو ماردیں، جس نے آپ کے بیٹے کو ماردیا۔ آپ اس شخص سے..." میں نہ چاہتے ہوئے بھی رو پڑا۔ انکل میرے قریب آکر بیٹھ گئے۔
"میں نے اپنا خاندان نہیں گنوایا... میں نے پیدا ہوتے ہی اپنے بچے کو مرتے نہیں دیکھا... میں نے اپنے بیٹے کے مرنے سے پہلے، اس کی موت کی خبر نہیں سنی... میں نے طائف کے پتھر نہیں کھائے... میں نے اپنے اوپر کچرا پھینکتے نہیں دیکھا... میں نے کچھ بھی نہیں سہا۔ آپ کو پتا ہے بیٹے! میرے نبی ﷺ نے کتنی تکلیفیں سہی ہیں۔ میں نے تو ان میں سے ایک بھی نہیں سہی۔ ایک اُمّتی ہونے کی وجہ سے میرا فرض بنتا ہے بیٹا کہ میں صبر کروں... ! میرا نبی اِتنا اپنے رب کا محبوب ہو کر تکلیف سہتا ہے، پھر بھی کہتا ہے "الحمدللہ" تو کیا میں اپنے رب کے محبوب کی سنت نہ اپناؤں... میں صبر نہ کروں۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ اپنے بیٹے کے مارنے والے سے بدلہ لیں، لیکن میں بدلہ نہیں لوں گا۔ میں نے اُس شخص کو چاہے وہ جو کوئی بھی تھا، میں نے اُسے معاف کیا... میں اپنے رب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اُسے سچے دل کے ساتھ معاف کیا۔ میری دعا ہے اور میرا یقین ہے کہ میرا بیٹا اس وقت جنت میں ہو گا اور میں حق پر ہوتے ہوئے، جھگڑے کو چھوڑ کر اُمید کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے بھی انشاء اللہ جنت کے بیچوں بیچ میں محل عطا فرمائے گا۔ مجھے اور کیا چاہیے ہو گا، جب میرا رب راضی ہو جائے اور ویسے بھی بیٹا! ایک امانت تھی، جو اُس نے لے لی۔ شکر ہے... میں نے اُس امانت کی حفاظت کی، میں خائن نہیں بنا۔" انکل کی آنکھوں سے دو موتی نکل کر، اُن کی سفید داڑھی میں جذب ہو گئے "قد حصل ما حصل۔" وہ مسکرا اُٹھے۔
معارج! میں نے ہنسنے اور رونے کے اس امتزاج کو پہلی بار دیکھا تھا۔" یہ کہتے ہوئے فیصل رونے لگا۔ تھوڑی دیر بعد، پھر اس نے بات شروع کی: "مجھے بغیر معافی مانگے، اس شخص نے معاف کر دیا تھا، لیکن میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر پایا۔ کچھ عرصے بعد میری نوکری چھوٹ گئی۔ میں واپس پاکستان آگیا۔ میں اس کے گھر والوں کے پاس اپنے ضمیر کو راضی کرنے گیا تھا، لیکن میرا ضمیر مجھے اور جھنجھوڑنے لگا۔ میں "امانت" کو سوچتا رہا، میری ذہن کی گرہ کھلتی چلی گئی... میں سوچتا یہ سب چیزیں میرے رب کی امانت ہی تو ہیں۔ میرا جسم، میرا دل، میرے ہاتھ پاؤں، میری سوچ، میرے خیالات، میری زندگی تک میرے رب کی امانت ہے۔ میں خائن تھا اپنے رب کا... میں خائن ہوں معارج... میں کس پستی میں کھڑا تھا... میں خود اپنا نہیں تھا۔ ہائے! یہ خوش فہمی... میں ہر چیز اپنی سمجھ بیٹھا تھا... ہر چیز باقی رہ جانے والی سمجھ کر گناہ پہ گناہ کرتا رہا... اپنے رب کا نافرمان بن کر، روشنیوں پر قربان ہو گیا... ایک انسان تک کو اپنے رب کے ماننے اور جاننے والے ہونے کی وجہ سے نہ جانے کس چیز کی نفرت، کس چیز کے عُجب اور کس چیز کی خود پسندی کی وجہ سے ماردیا... !! تم بتاؤ معارج! میں اُس شخص کے والد کے معاف کر دینے کے باوجود بھی سکون کیوں نہیں پا رہا... میں کیوں اپنے آپ کو معاف نہیں کر پارہا... اپنے ضمیر کو میں مطمئن کیوں نہیں کر پارہا...؟؟ مجھے بتاؤ معارج! میں کیا کروں... میں کیسے سکون پاؤں... میں کیا چیز کھو چکا ہوں؟؟" یہ کہہ کر وہ رو دیا۔
"میں بتاؤں تم کیا چیز کھو چکے ہو... تم نے اپنے رب سے معافی مانگنے کو کھویا ہے فیصل... کیا تم نے اب تک اپنے رب سے معافی مانگی ہے؟" معارج نے سوالیہ نظروں سے فیصل کی طرف دیکھا۔
"نہیں، میں نے نہیں مانگی۔" اُس نے سر جھکا کر اعتراف کر لیا۔
"تو اب مانگ لو... تمہیں پتا ہے فیصل! کوئی اگر لاکھوں گناہ کر لے، ہزاروں دفعہ ناراض کرے، مگر پھر بھی ہمارا رب ایک دفعہ معافی مانگنے پر اُسے معاف کر دیتا ہے... غنی ہونے کے باوجود، وہ ہمارا رب ہم سے توبہ مانگتا ہے فیصل... !!" معارج نے فیصل کو، جو اُمید اور مایوسی کے درمیان تھا، اُمید کا ایک روشن دیا پکڑا دیا، جو توبہ کا تھا۔ "میرے ساتھ آؤ" معارج نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تمہیں مدد دلاؤں۔" وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ... معارج کو اپنے رب پہ بے انتہا پیار آیا، جس نے بِن مانگے اس کو مدد، صبر، نماز اور سکون جیسی نعمتوں سے نواز تھا۔ میرا پیارا اللہ، میرا رب! وہ دل ہی دل میں اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ پڑھ رہا تھا۔
آج معارج کو اپنے تمام سوالوں کے جوابات مل گئے تھے، جو وہ کبھی جوانی میں سوچ کر پریشان ہوتا تھا اور آج ہی معارج کو زندگی کا مقصد سمجھ میں آیا تھا، جس کو سمجھانے والا اس کا اپنا والد تھا، جس نے ہر گناہ سے اس کو باز رکھا تھا اور ہر نیکی کی طرف اس کی رہنمائی کی تھی۔
فیصل اس عظیم شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ظہر کی اذان ایک اعلان کر رہی تھی "اللہ اکبر! اللہ اکبر!" پوری انسانیت، پوری حیوانیت، پوری دنیا و مافیھا کو، گویا اس بات کی معترف ہو رہی تھی کہ اللہ بہت بڑا ہے۔ کون ہے، جو اپنے بندے کی بے مروّتی اور غلطیوں کے باوجود دن میں پانچ مرتبہ اپنے موذن کے ذریعے اعلان کرواتا ہے:

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ... حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ... حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

"آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف... آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف" آؤ میرے بندو... میں تمہیں بلاتا ہوں... میں جو شہنشاہِ اعظم ہوں... میں تمہیں درستی کی طرف بلاتا ہوں... میں تمہیں کامیابی کی طرف بلاتا ہوں... آؤ میرے بندو... آجاؤ!!"

ہدایت کے فیصلے

قسط نمبر 1

بنتِ محمود

’’چلو شکر ہے امتحان تو ختم ہوئے۔‘‘ حذیفہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں احمد اور فیصل کے ساتھ کیفے ٹیریا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ’’اب دو تین دن تو کسی کتاب کو ہاتھ لگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘ فیصل نے کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

’’دو تین دن۔‘‘ احمد کو دھچکا لگا۔

’’کیوں تمہارا کل سے پڑھائی شروع کرنے کا ارادہ تھا؟‘‘ حذیفہ اور فیصل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ’’ارے بھائی! میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ دو تین دِن‘ بلکہ ہفتہ دس دن کتابوں کو ہاتھ نہیں لگانا۔‘‘ ساتھ ہی تینوں کا مشترک قہقہہ گونج اُٹھا۔

’’چلو احمد! اب آنتیں قل ھواللہ پڑھ رہی ہیں۔‘‘ حذیفہ نے احمد کے کندھے پر ہاتھ مارا۔ ’’جاتا ہوں‘ جاتا ہوں۔‘‘ احمد گھورتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

’’لگتا ہے گھر سے سالوں کے ترسے ہوئے نکلے ہیں۔‘‘ وہ بڑبڑاتے ہوئے جا رہا تھا۔

دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ کھانے کے ساتھ انصاف کرنے میں مصروف تھے۔ ’’پھر کیا ہونا تھا؟ سر نے اس کے والدین کو بُلایا۔‘‘ حذیفہ نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا اور کولڈ ڈرنک اُٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا‘ مگر پھر اچانک اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ دونوں نے اس بات کو محسوس کیا تھا۔

’’کیا ہوا؟؟؟‘‘ احمد نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

’’کچھ نہیں! بس دل نہیں کر رہا۔‘‘ حذیفہ نے لاپرواہی ظاہر کرتے ہوئے جواب دیا‘ جبکہ اس کا دِل اچانک لرز کر رہ گیا تھا۔

’’کچھ تو خاص بات ہے۔‘‘ احمد نے کچھ کچھ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

’’بس دِل نہیں کر رہا نا۔‘‘ حذیفہ نے بات کو تبدیل کرنا چاہا۔

’’تمہارا دل نہیں کر رہا یا پھر تم یہ ڈرنک نہیں پینا چاہ رہے؟‘‘ احمد کے سوال اور حذیفہ کے سرد لہجے کو فیصل نے بھی محسوس کیا اور حذیفہ جو ذہانت اور حاضر جوابی میں اپنی مثال آپ تھا‘ مصلحتاً خاموش ہو گیا۔ ’’اگر حذیفہ کا دل نہیں چاہ رہا تو اس بات کو اتنا مسئلہ کیوں بنایا جا رہا ہے؟‘‘ فیصل نے حیرت سے پوچھا۔ ’’اچھا بس!‘‘ حذیفہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ’’میں یہ ڈرنک اس لیے نہیں پی رہا کہ یہ قادیانیوں کی ہے اور قادیانیوں کی چیزیں ہم استعمال نہیں کرتے۔‘‘ پُراطمینان لہجہ احمد کو اچھا خاصا سلگا گیا اور فیصل نے بھی اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔ ’’کیا ہوا بھائی؟؟ میں نے ایسی کیا عجیب بات کہہ دی۔‘‘ اس نے دونوں کی طرف حیرت سے دیکھا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ دونوں بھائی اس کی بات سے متفق نہیں ہیں۔

’’دیکھو! قادیانیوں کی چیزیں تم بھی استعمال نہ کیا کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ...‘‘ حذیفہ جوش سے ان کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک احمد زور سے چلّایا: ’’بس حذیفہ بس!‘‘ فیصل نے جلدی سے میز کے نیچے سے اس کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ ’’حذیفہ بعد میں ملتے ہیں۔ آج جلدی گھر جانا ہے۔ چلو فیصل!‘‘ احمد نے اپنے لہجے پر قابو پاتے ہوئے کہا اور کار کی چابی اُٹھا کر چل پڑا اور حذیفہ حیرت سے ان دونوں کو جاتا دیکھ رہا تھا۔ ’’انھیں کیا ہو گیا...؟‘‘ وہ حیرت اور نا سمجھی کی حالت میں ٹیبل سے اپنے نوٹ سمیٹ رہا تھا۔

’’السلام علیکم ‘ امی جان!‘‘ حذیفہ نے بیگ کندھے سے اُتارا اور صوفے پر ڈھیر

ہو گیا۔ ”وعلیکم السلام، بیٹا! حفصہ کہاں ہے؟“ خدیجہ خاتون نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔
”اوہ!“ وہ ایک دم پریشان ہو کر اٹھا۔ ”میں آج نجانے کن خیالوں میں تھا، باجی کو لینا ہی بھول گیا۔“ حذیفہ جلدی سے اپنا والٹ اور چابی اٹھا کر باہر جانے لگا تو خدیجہ خاتون نے اسے روک دیا باہر جانے سے۔ ”رک جاؤ بیٹا! اُس کی کال آئی تھی، جب تم وقت پر نہیں پہنچے تو زیادہ دیر ہو جانے کی وجہ سے وہ پریشان ہو گئی تھی۔ اب وہ خود آ رہی ہے۔ تم بیٹھو میں تمہارے لیے کھانا لے کر آتی ہوں۔“
”امی جان! باجی آجائیں تو ساتھ ہی کھائیں گے۔ پتا نہیں اُن کو کوئی بس یا ٹیکسی ملی بھی ہو گی یا نہیں؟“ اور خدیجہ خاتون اپنے اکلوتے بیٹے کی بہن کے بارے میں پریشانی اور محبت دیکھ کر نم آنکھوں سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔
ان کے شوہر کا جوانی میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اس وقت حذیفہ صرف تین سال کا تھا۔ گھر کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر آپڑی تھی۔ ان کے شوہر نے چند مکان کرائے پر دے رکھے تھے۔ انھی سے ان کا گزارا ہوتا تھا، لیکن انھوں نے اپنے بچوں کو کبھی باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ بچوں کی تربیت دینی انداز میں کی تھی اور دونوں بچے بھی ذہانت، قابلیت میں اپنی مثال آپ تھے۔
”تم کہاں گم ہو آج؟“ حفصہ نے حذیفہ کے سامنے ہاتھ ہلایا تو حذیفہ جو غائب دماغی کے ساتھ کھانا برائے نام ہی کھا رہا تھا، چونک گیا۔ ”نہیں... ! کچھ نہیں۔“
”تمہیں پتا ہے، تمہاری کچھ نہیں میں بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔“ حفصہ نے اسے بغور دیکھا تھا، وہ خفگی سے بڑی بہن کو گھور کر رہ گیا، وہ لاکھ بات چھپا لے، لیکن حفصہ کے سامنے وہ کچھ نہیں چھپا سکتا تھا۔ ”احمد اور فیصل سے لڑائی ہوئی ہے؟“ حفصہ نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے پوچھا۔
”آج مجھے ان دونوں کا رویّہ کافی عجیب لگا۔ ہم کینٹین میں تھے کہ وہ لوگ اچانک اٹھ کر چلے گئے، وجہ بھی نہیں بتائی۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا، اگر ان کو کہیں جانا بھی پڑے تو بھی وہ ضرور بتا کے جاتے ہیں، لیکن آج اچانک... !“ حذیفہ پریشانی سے بتا رہا تھا اور حفصہ مسکراتی نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔
”حذیفہ! اب بڑے ہو جاؤ، بھئی! ان کو اچانک کوئی کام بھی تو یاد آسکتا ہے۔ ہر چیز کو ذہن پر سوار مت کیا کرو۔“ اور حذیفہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

”سر! وہ ایک بہت ذہین لڑکا ہے، اس کی غیر معمولی ذہانت ہمیں فائدہ دے گی، لیکن دین کے معاملے میں زیادہ اس کو معلومات نہیں۔ پہلے میرا ذہن کبھی اس طرف نہیں گیا، میں نے اس کو صرف دوست سمجھا تھا، لیکن آج جب مجھے علم ہوا کہ اس کے دل میں ہمارے لیے اتنی نفرت ہے۔ ہماری کمپینز سے وہ بھاگ ایسے رہا تھا، جیسے وہ حرام ہوں تو میرا دل چاہا کہ میں اس کے دل میں اپنے مذہب کی محبت لاؤں اور اس کی غیر معمولی ذہانت، اس کے اپنے دین نہیں، بلکہ ہمارے دین کے کام آئے۔“ احمد اپنے ایک پروفیسر سے جو اس کی طرح ہی قادیانی تھے حذیفہ کی بات کر رہا تھا۔
”ہوں... ! !“ پروفیسر اسد نے ہنکار بھری۔ ”تم ایسا کرو... اس کو کسی دن میرے آفس لے آؤ۔ میں اس کی برین واشنگ کروں گا تو وہ قائل ہو جائے گا اور ہمارے مذہب کو اختیار کر لے گا۔“ پھر کچھ سوچ کر پوچھا: ”تم نے اب تک اس کو اپنے بارے میں تو کچھ نہیں بتایا نا؟“
”نہیں سر! اور نہ ہی بتانے کا ارادہ ہے، اگر میں نے اسے بتایا تو وہ دوستی ختم کرنے میں وقت بھی نہیں لگائے گا۔“ احمد نے بتایا تو پروفیسر کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔
”اس کو کچھ بتانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔“
”اچھا! سر اب میں چلتا ہوں، لیکن ایک بات اور...“ وہ کھڑے ہوتے ہوئے ٹیبل پر جھکا۔ ”اس کو قائل کرنا اتنا آسان نہیں، وہ اپنے دین میں پکّا ہے۔“
”ایسے لوگوں کو ہی تو اپنے دین کی طرف کھینچنے میں مزہ آتا ہے اور اس کی کوئی کمزوری، یعنی وہ کون سے طبقے سے تعلق رکھتا ہے؟“ پروفیسر اسد نے پوچھا۔
”سر! اس کے والد اس دنیا میں نہیں۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ان کا گزارا کس طرح ہوتا ہوگا۔“ ”تب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں... سمجھو کہ وہ ہاتھ آگیا۔ دولت تو بڑوں بڑوں کے قدموں کو ڈگمگا دیتی ہے، وہ تو آج کا بچہ ہے۔“ پروفیسر اسد، زہر خند لہجے میں بولتا ہوا اپنی آخری بات پر خود ہی ہنس پڑا اور احمد بھی مسکراتے ہوئے آفس سے نکل گیا۔

”تم مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو احمد؟“ حذیفہ نے تیز تیز چلتے ہوئے احمد سے پوچھا جو تیزی سے اس کے آگے چل رہا تھا۔ ”میں تمہیں اپنے فیورٹ ٹیچر سے ملوانے جا رہا ہوں، تم ان سے مل کر یقیناً خوش ہو گے۔“ احمد نے بتایا تو حذیفہ نے اطمینان کا سانس لیا۔
”تو اس میں اتنا چھپانے والی کیا بات تھی؟“
”السلام علیکم، سر!“ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے پروفیسر اسد کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ”وعلیکم السلام! آؤ بیٹا بیٹھو۔“ انھوں نے کتاب بند کر دی۔ ”مجھے احمد نے تمہارے بارے میں بتایا تھا، وہ تمہاری بہت تعریف کرتا ہے۔“ انھوں نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا تو جواباً حذیفہ بھی مسکرا دیا۔ ”میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں نے سنا ہے کہ تمہیں پڑھنے کا بہت شوق ہے اور آگے میڈیکل کی فیلڈ میں جانے کا ارادہ ہے؟“
”سر! ارادہ تو ہے، لیکن شاید میرے حالات اس کی اجازت نہ دیں۔“ حذیفہ نے دھیمے لہجے میں بتایا تو وہ مسکرائے۔ ”بیٹا! حالات کیسے بھی ہوں، لیکن مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ میں تمہیں پڑھاؤں گا۔ تم آگے جس کالج میں ایڈمیشن لینا چاہتے ہو لے سکتے ہو، اخراجات کی پرواہ نہ کرنا... ! !“
”لیکن سر... ! !“ حذیفہ ششدر رہ گیا، ان کی اچانک کی عنایت اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ ”میرا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ بھی تمہاری عمر کا تھا، اس کو بھی ڈاکٹر بننے کا شوق تھا، مگر زندگی نے اس کو مہلت نہ دی۔“ پروفیسر نے ٹشو سے آنکھیں صاف کیں۔
”سوری سر!“ حذیفہ شرمندہ ہو گیا۔
”اِٹس اوکے بیٹا! بس تم خوب دل لگا کر محنت کرو۔“
”اچھا، سر! اب مجھے اجازت دیں۔“ حذیفہ اٹھ کھڑا ہوا اور سلام کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ایک دم اسے حیرت کا جھٹکا لگا، ان کی بک شیلف میں قادیانیوں کی کتابیں نمایاں تھیں۔
”سر! آپ“...

(جاری ہے۔)

یہ کچھ دن بعد کا ذکر ہے۔ امتحان سے فراغت ہو چکی تھی۔ چھٹی کا دن تھا۔ ایمن سارہ کی پھپھو کی بیٹی کے گھر آئی ہوئی تھی۔ دونوں سر جوڑے بیٹھی تھیں۔ ایمن کہہ رہی تھی: ''یار! وہ میرے میسج کا ریپلائے ہی نہیں کرتا... کیا کروں میں؟'' آواز میں بے چارگی تھی۔

''چھوڑو اسے... کیا اس کے پیچھے لگ گئی ہو...؟؟'' انداز تنگ آنے والا تھا۔

''ہاں! تم بھول جاؤ نہ اسے...!''

اس نے بھی بدلہ لے لیا۔ دونوں بڑوں کی نظروں میں معصوم سی لڑکیاں تھیں، مگر دونوں کی اصلیت وہ ہی جانتی تھیں۔ فیس بک جیسی وبا نے ان کی حیا کو کم کر دیا تھا، شاید وہ بھول گئی تھیں کہ: ''جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرو!''

سارہ کی بہن کی شادی تھی۔ سب بہت خوش تھے۔ سارہ خود اِدھر اُدھر بھاگتے نہ تھکتی تھی۔ یہ مہندی کا فنکشن تھا۔ ہاں ایک اور بات، وہ یہ کہ سارہ کے یہاں پردے کا رواج تھا، لیکن مصلحت پسندی والا، جیسے اس کی امی کرتی تھیں۔

اس نے اپنی کزن سے بال اسٹریٹ کروائے تھے۔ نیوی بلیو ڈریس میں وہ گڑیا لگ رہی تھی۔

بلیک برقع میں پنک اسکارف سر پر لپیٹے جمائی روکتی سارہ آج درسِ قرآن میں بیٹھی تھی۔ اپنی کزن نمرہ باجی کے کہنے پر سارہ آئی تھی۔ بہت بور ہو رہی تھی۔ بھلا گانے سننے کے عادی کان کیا جانیں تلاوت کا مزہ! سورۂ نور کی تلاوت چل رہی تھی۔ شاید موضوع پردہ تھا۔ یہ نمرہ باجی کا اندازہ تھا۔ سارہ کو تو معلوم بھی نہ تھا کہ سورۂ نور کس موضوع پر ہے۔

''السلام علیکم! موضوع تو سمجھ آ ہی گیا ہوگا۔ پردہ مسلمان عورت کی شان اور عظمت ہے۔ مسلمان عورت سب کے سامنے منہ اُٹھائے نہیں چلی جاتی، ہر کوئی اس سے بات نہیں کر سکتا!'' درس دینے والی باجی بتا رہی تھی۔

سارہ ایک دم اپنے پچھلے ماضی میں کھو سی گئی۔

''ہاں بھئی سارہ! اب چال چل بھی دو۔'' انتظار کرتے اسامہ نے اُکتا کر کہا تھا۔ سارہ کی باری تھی اور وہ بہت دیر لگا رہی تھی۔ سارہ، سدرہ، اسامہ اور حسن شطرنج کے مقابلے کی تیاری کر رہے تھے۔ بے تکلفی کی انتہا تھی۔

ایک دم سارہ اپنے ماضی کے جھروکے سے واپس درسِ قرآن میں لوٹی، اُسے پسینہ آ رہا تھا۔ سارہ نے سوچا کہ اس کے پردے نے تو کوئی اثر پیدا نہ کیا تھا، آخر کیوں؟

''اور یہ پردہ صرف چہرے یا جسم کا نہیں ہوتا، بل کہ دل کا ہوتا ہے۔ مسلمان عورت خوب خوب اپنے دل کو ٹٹولتی ہے کہ کہیں اس کے دل میں کوئی حرام رشتہ، کوئی حرام جذبہ تو نہیں آ بسا۔'' سارہ کو باجی کی یہ بات سن کر ایک دم سے عمران کی شکل یاد آئی۔ کیا اس کا دل واقعی میں پاک تھا؟؟ کیا اس میں صرف اللہ تھا؟؟

معلّمہ اس کی دلی کیفیت سے ناواقف آگے بولنے لگیں: ''جو لڑکیاں اسکارف یا نقاب لے کر غلط راہوں پر چل پڑتی ہیں، وہ صرف اللہ کو دھوکا نہیں دیتیں، خود کو بھی دھوکا دیتی ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ یہ منافقوں کی رَوِش ہے اور منافقوں کا انجام تو ہم سب جانتے ہیں، انھیں جہنم میں کافروں سے نچلا رتبہ ملے گا۔ اللہ ہم سب کو بچائے رکھے۔ آمین'' کچھ اور اہم باتیں ہوئیں اور پھر درس ختم ہو گیا، مگر سارہ کی کیفیت عجیب تھی۔ واپسی کے راستے میں وہ خاموش رہی تھی، اس کے اندر ایک جنگ چل

رہی تھی۔

"کیا میں اسکارف پہننا چھوڑ دوں یا پرابر شروع کروں۔ میں کیا کروں...؟ مجھے کیا کرنا چاہیے...؟" ندامت ہی ندامت تھی۔ جب اس نے جذباتی طور پر اسکارف پہننے کا فیصلہ کر لیا تو امی نے بڑی سنجیدگی سے کہا تھا: "دیکھو سارہ بیٹا! اگر اسکارف پہن ہی رہی ہو تو یاد رکھو...!! اب تمہاری ہر حرکت تمہارے کردار کی عکاسی کرے گی۔ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کرنا۔ یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے۔" سارہ نے امی کی بات پر کان نہ دھرے اور اگلے ہی دن سے اسکارف پہننا شروع کر دیا تھا، لیکن اب اسے واقعی احساس ہو رہا تھا اپنی غلطی کا۔

اسکارف شروع کیے دو ہفتے ہی ہوئے تھے کہ آپی کے سسرالی رشتے داروں میں کسی کی شادی تھی۔ شیشے کے آگے کھڑی ہو کر اس نے اپنا جائزہ لیا۔ سرخ لباس میں ملبوس بالوں کی پونی بنائے ہاتھ میں اسکارف لیے کھڑی تھی۔ وہ شش و پنج میں تھی کہ اسکارف پہنے یا نہ پہنے۔ پہلے وہ شادیوں میں نہیں پہنا کرتی تھی۔ اسکارف صرف اسکول کی حد تک تھا۔ آج وہ اسکارف پہننا چاہتی تھی، اس نے اللہ کا نام لے کر اسکارف پہن ہی لیا، وہ اسکارف پہننے کے باوجود بھی پیاری لگ رہی تھی۔ کسی نے خاص توجہ نہ دی... امی، ابو، بہن، بھائی سب اپنے آپ میں مگن تھے۔ سب ہال میں داخل ہو رہے تھے۔ وہی غفلت کے دوست نظر آنے لگے۔ سارہ نے نگاہ فوراً جھکا لی، لیکن آوازیں آ رہی تھیں۔ عمران سارہ کے بھائی سے حال احوال لے رہا تھا۔ "کیسے ہو بھائی! کیا کر رہے ہو آج کل؟؟" معمول کی باتیں ہو رہی تھیں کہ سب اندر ہال میں جانے لگے، سارہ سب سے پیچھے تھی کہ اس کو عمران نے آواز دی۔ "سارہ سننا ذرا...!" وہ مڑی نہیں، قدم رک گئے۔ دل گویا اچھلنے لگا، لیکن وہ مسلمان لڑکی تھی۔ باہر اور رشتہ دار بھی تھے، وہ حجاب کو اس طرح بدنام نہیں کر سکتی تھی، وہ فوراً اندر بھاگ گئی۔ اب اسے خود پر خوب کام کرنا تھا۔

اب وہ درس میں باقاعدگی سے جانے لگی تھی۔ درس میں اس کی سہیلیاں بھی بن گئی تھیں۔ اب اسے اللہ والوں کی محفلوں کی عادت لگ گئی تھی، مگر وہ "مزہ" ابھی بھی اسے نصیب نہیں ہوا تھا۔ درس شروع ہو گیا تھا۔ معلّمہ کہہ رہی تھیں: "چلیں آج حاضری کم ہے تو کیوں نہ ہم اپنا محاسبہ کر لیں... چلیں بتائیں! کون کون تہجد کا پابند ہے؟" چند طالبات نے خوشی سے ہاتھ اٹھا لیا، اس نے شرمندگی سے نگاہیں جھکا لیں، وہ تو پنج وقتہ نماز کی بھی پابند نہ تھی۔

"چلیں شاباش! ہاتھ نیچے کر لیں۔ باقی سب نے بھی کوشش کرنی ہے تہجد کی... نمازیں تو ماشاء اللہ سے سب کی پوری ہوں گی ہی...؟؟"

اُس نے بات آدھی سنی اور کھو گئی، اسے اپنی زمانۂ جاہلیت کی زندگی یاد آ گئی، اس نے کبھی بھولے سے بھی فجر کی نماز نہیں پڑھی تھی... لیکن آج اس نے یہ عہد کر لیا تھا کہ ان شاء اللہ فجر کی پابندی کرنی ہے اور باقی نمازیں بھی نیند اور اسکول کی نظر نہیں ہوں گی ان شاء اللہ!

کالج کا پہلا دن تھا۔ وین کا انتظار کر رہی تھی۔ کافی دنوں سے کوشش کر رہی تھی کہ نقاب پہن لے، لیکن یہ ممکن نہ ہو پا رہا تھا۔ شاید اللہ کی محبت میں بہت کمی تھی۔ آج فجر بھی ادا ہو گئی تھی الحمد للہ! اسکارف کا ایک سِرا اس نے ہاتھ میں لے لیا اور دوسری طرف کے حصے میں اُڑس لیا، گویا ایک نقاب کی صورت بن گئی۔ آہ...!! یہ کیسے ممکن ہو گیا۔ پورا راستہ گرمی لگتی رہی، وہ کلاس میں داخل ہوئی، اس کا ایڈمیشن دیر سے ہوا تھا۔ کلاسز شروع ہوئے ایک مہینہ ہو چلا تھا اور وہ تھی بھی دس منٹ لیٹ۔ سیکشن وغیرہ پتا کرتے ہوئے بھی دیر ہو گئی تھی۔ سو ادب سے لیکن جھجکتے ہوئے کلاس میں داخل ہوئی۔ "ام م... السلام علیکم! میں نیو سٹوڈنٹ ہوں۔" اس نے سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

استاد جو کہ اپنے لیکچر میں مگن تھے، انھوں نے بس سر ہلانے میں ہی اکتفا کیا۔ نقاب وہ اتار چکی تھی۔ آ کر آخری رو میں بیٹھ گئی۔ کورس ابھی لیا نہیں تھا۔ سو بس خالی خالی نظروں سے بورڈ کی طرف دیکھا، کیوں کہ اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔ البتہ رَف نوٹ بُک پر عنوان اور تاریخ لکھ لی تھی۔ سیکنڈ رو میں بیٹھی ایک لڑکی پر اس کی نظر پڑی۔ وہ یونیفارم کے اوپر بڑا سا کالج کا سفید دوپٹہ اسکارف کی صورت میں پہنے ہوئے تھی اور نقاب اوڑھا ہوا تھا، وہ پوری کلاس میں سب سے مختلف، نہایت ادب سے لیکچر سن رہی تھی۔ کبھی سوچنے کے سے انداز میں آنکھیں سکیڑتی، پھر رجسٹر پر لکھتی جاتی۔ تبھی اس لڑکی کی نظر سارہ پر پڑی، اس کی آنکھیں چھوٹی ہو گئیں، گویا وہ مسکرائی تھی، اس کے جواب میں سارہ بھی مسکرائی۔ سارہ نے باقی طالبات کا جائزہ لیا۔ کچھ باتیں کرنے میں مصروف تھیں، کچھ بس بیٹھی ہوئی تھیں، مگر ان کا دھیان کہیں اور تھا۔ بس چند ایک ہی توجہ سے سبق سن رہی تھیں۔ سارہ نے سوچا کہ پھر ہم کہتے ہیں کہ علم ہم تک نہیں پہنچتا... ٹاپک سمجھ نہیں آتا... جب ہم سنیں گے ہی نہیں، توجہ نہیں دیں گے تو کیسے کام چلے گا۔

خیر...!! کچھ دیر گزری اور بریک ہو گئی۔ اس نے بک شاپ سے جا کر کتابیں لیں۔ کلاس کی تقریباً ساری لڑکیوں کے نام اسے حفظ ہو گئے تھے۔ ناموں کے معاملے میں اس کا حافظہ اچھا تھا۔

آخری پیریڈ چل رہا تھا، ایک لڑکی جس کا نام صائمہ تھا، وہ لڑکی سانولی رنگت اور بڑے بالوں والی تھی، مگر اس کے چہرے پر ایک کشش سی تھی، اس سے اپنا دوپٹہ نہیں سنبھالا جا رہا تھا، اس کے پاس آئی اور کہنے لگی:

"ہائے! کیسی ہو؟ کام مکمل ہو گیا...؟ میری کچھ مدد چاہیے ہو تو بتانا...!" اس نے نہایت دوستانہ طریقے سے کہا۔ سارہ کو اس کا اندازِ گفتگو اچھا لگا۔

"تھینک یو...!! میں نے فوٹو کاپی کروا لی ہے۔ بس کیمسٹری سمجھنے کا مسئلہ ہے، وہ بھی ان شاء اللہ آہستہ آہستہ سمجھ لوں گی۔" اس نے پُرعزم ہو کر کہا۔ ان کے درمیان کچھ دیر اور بات ہوئی اور پھر صائمہ اٹھ کر چلی گئی۔

منگل کا دن تھا، مطلب... زولوجی لیب۔

(جاری ہے)

بولو کہانی

اونٹ کی اوآ اوآ

دادا کی جان

ڈاکٹر الماس روحی

بہت سال پہلے دنیا سے الگ تھلگ عرب ایک جزیرہ نُما جگہ تھی۔ عرب کے تینوں طرف سمندر کے ساحلی علاقے میں سخت دشوار گزار ٹیلے تھے اور سر زمینِ حجاز میں ریت کے انبار ہی انبار دکھائی دیتے تھے۔ کہیں کہیں سر سبز ٹیلے تھے۔ بطحا اور یثرب تک ریگستان ہی ریگستان تھا اور یہاں ریت کے اتنے بڑے بڑے پتھر تھے' جو آگ کی طرح تپتے تھے۔ حجاز کے ٹیلوں پر نشیبی زمین پر اناج' میوے' گھاس اور چارہ پیدا ہوتا تھا۔ قدرتی چشموں سے نخلستان آباد تھا۔ باغ' کھیتیاں اور کہیں کہیں جنگل تھا۔ یہاں کے جنگلوں میں خوش بو دار لکڑی پائی جاتی تھی۔ بطحا کے سردار مُطّلِب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ مُطّلِب بلند حوصلہ' سختی اور دور اندیش انسان تھے۔ مُطّلِب کو اپنے ایک بیٹے عبداللہ سے بہت پیار تھا' کیوں کہ وہ رحم دل' فیاض اور اُجلی سوچ کے مالک تھے۔ ان دنوں قریش قبیلے کا ایک تجارتی قافلہ ملکِ شام جا رہا تھا۔ عبداللہ اپنے والد مُطّلِب کی اجازت سے تجارت کی غرض سے روانہ ہوئے' مگر یثرب پہنچ کر بیمار ہو گئے اور ایک ماہ کی بیماری کے بعد انتقال کر گئے۔ باپ کو بیٹے کی جدائی کا بہت افسوس تھا' لیکن وہ عبداللہ کے ننھے مُنّے بیٹے احمد کو بہت پیار کرتے تھے۔ یہ بچہ بہت خوب صورت تھا۔ جو بھی اسے دیکھتا' دیکھتا ہی رہ جاتا۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا گیا۔ دادا جان کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ دادا جان اپنے پوتے کو اپنی آنکھوں کے سامنے سے کبھی اُوجھل ہونے نہیں دیتے تھے۔ احمد صفائی پسند بچہ تھا۔ جب دادا جان کھانا کھاتے اور کہتے: ''میرے بیٹے! میرے پاس آؤ اور کھانا کھاؤ۔'' تو ننّھا احمد اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ضرور دھوتا اور دونوں دادا پوتے کھانا ساتھ کھاتے اور جب سوتے تو احمد اپنے دادا جان کے پاس ان کے بستر پر آ بیٹھتا اور پیاری پیاری باتیں کرتا۔ دادا جان کو احمد کی باتیں سن کر ڈھیروں پیار آتا۔ کبھی وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے تو کبھی اس کے ہاتھ چومتے تھے' وہ جانتے تھے کہ احمد ایک رحم دل بچہ ہے' اسے اللہ کی تمام مخلوق سے پیار ہے' وہ جانوروں سے بہت پیار کرتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ' گائے' گھوڑے' بکریاں اور بھیڑ شوق سے پالتے تھے۔ سب سے بڑا جانور اونٹ تھا۔ اونٹ کا گوشت اور دودھ ہر گھر میں استعمال کیا جاتا تھا۔ طویل سفر اونٹ کی پُشت پر بیٹھ کر کیا جاتا تھا۔ یہ صحرائی جہاز تھا' اس کی ٹانگیں اور گردن لمبی لمبی تھیں۔ اونٹ بڑا سخت جان تھا۔ گرم ریت پر بھوکا پیاسا گھنٹوں چلتا رہتا تھا' اس لیے لوگ اونٹ پر سفر کرتے تھے۔ احمد کے دادا جان کے پاس ہر نسل کے اونٹ تھے' وہ صدقے کی نیت سے ڈھیروں اونٹ اللہ کے نام پر قربان کر دیا کرتے تھے۔ احمد جانوروں کی باتیں سمجھتا تھا۔ اونٹوں کو جب بھی بھوک لگتی تو وہ گردن اوپر کر کے اوآ' اوآ کرتے تو احمد ان کے آگے کٹارا لے کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ کٹارا اونٹوں کی خاص غذا ہوتی ہے۔ یہ خار دار کانٹے ہوتے ہیں' اس میں پتے چھوٹے اور سخت گول ہوتے ہیں' اس پر ارغوانی رنگ کے پھول بھی کھلے ہوتے ہیں۔ اونٹ کانٹوں سمیت چارے کو بڑے شوق سے کھاتا ہے۔ احمد کے اونٹ پیٹ بھر کے کھاتے اور اللہ اور اس کے رسول کا شکریہ ادا کرتے۔ اونٹوں کے قافلے جب ریگستان میں ہوتے' اگر گرم ریت کے بگولے اٹھنے لگتے اور اونٹوں سے چلا نہیں جاتا تو وہ

رک جاتے، پھر گردن اونچی کر کے اوا، اوا کرتے۔ اونٹ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور گرم ریت سے بچنے کے لیے اپنی گردنیں زمین پر گرا دیتے تھے اور اپنی آنکھوں اور ناک کو بند کر دیتے تھے۔ تجارتی قافلے کھجور کے بورے، خوش بودار مصالحے، ہاتھی دانت کے کھلونے، شتر مرغ کے پَروں سے بنی آرائش کی مصنوعات فروخت کرتے تھے۔ تجارتی قافلے جب بھی جاتے تو احمد بھی جانا چاہتا تھا، لیکن دادا جان کا خیال تھا کہ ابھی وہ بہت چھوٹا ہے۔

بطحا کے جبل عرفات پر عکّاظ میں ایک ایسا میلہ لگتا تھا، جہاں اناج، کپڑے، برتن، ہتھیار، اسلحہ، عطر، تیل، خشک و تر میوے اور دیگر سامان ملتا تھا، یہاں تجارتی قافلے آکر اُون، روغن، لوبان، گوند، قیمتی گھوڑے فروخت ہوتے تھے۔ احمد اور اس کے دادا جان شعبان کے وسط میں لگنے والے اس میلے میں جاتے تھے۔ طائف باغوں کا شہر تھا، جہاں سے لوگ آکر اس میلے میں شرکت کرتے تھے۔ لوگ اونٹوں پر آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ راہ چلتے ہوئے احمد کی نظر ایک اونٹ پر پڑی، جس کے چہرے پر دکھ تھا۔ اس کا مالک بہت سخت تھا، اس سے کام زیادہ لیتا تھا، لیکن پیٹ بھر کر کھانا نہیں دیتا تھا، جب کہ اونٹ ایک ایسا جانور ہے، جو اپنے اوپر بے جا ظلم کرنے والے مالک کی جان بھی لے سکتا ہے۔ اس اونٹ پر جب احمد نے پیار سے ہاتھ پھیرا تو اس اونٹ نے احمد سے اپنے مالک کی شکایت کی۔ احمد نے مالک سے کہا: ”جانور، اللہ کی مخلوق ہیں، ان پر رحم کرنا چاہیے۔“ مالک بہت شرمندہ ہوا۔ اونٹ نے احمد کا شکریہ ادا کیا۔ دادا جان کو احمد کی یہ پیاری پیاری باتیں بہت پسند تھیں۔

عرب کو دو مشکلات کا سامنا رہتا تھا۔ ایک آندھی اور دوسرا قحط۔ آندھی جب آتی تو ہر طرف اندھیرا چھا جاتا۔ سب لوگ عاقبت کی دعائیں کرتے تھے۔ تین، چار گھنٹے کی یہ آندھی چلے جانے کے بعد چیزیں بدل جاتیں، جہاں ٹیلے ہوتے، وہاں ڈھلوانیں بن جاتیں اور جہاں میدان ہوتے، وہاں ٹیلے کھڑے ہو جاتے۔ سفر کے دوران لوگ نخلستان ضرور تلاش کرتے، جہاں ٹھنڈے پانی کے چشمے جاری رہتے تھے اور کھجوروں کے جُھنڈ ہوتے تھے۔ نخلستان کے آس پاس کچے اور چھوٹے چھوٹے مکانوں پر مبنی ایک چھوٹی سی بستی ضرور ہوتی تھی، جہاں غریب مگر مہمان نواز لوگ ضرور رہتے تھے۔ آندھی کے آنے سے ان کے کچے مکانوں کو بھی نقصان پہنچتا تھا۔ دادا جان اور اس کا پوتا احمد، اللہ سے دعا کرتے اور آندھی رُک جاتی تھی۔

جب بطحا میں قحط پڑا تو لوگ پانی نہ ملنے پر بِلبلا اٹھے۔ کھیتیاں سوکھ گئیں۔ آخر کار سب سردارِ بطحا کے پاس پہنچے اور اپنی پریشانی سے انھیں آگاہ کیا۔ دادا جان پہلے سوچتے رہے، پھر اپنے عزیز پوتے کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر کوہِ بوقبیس کا رُخ کیا۔ دونوں دادا پوتے نے وہاں اپنے رب سے بارش کی دعا مانگی۔ اپنے ننّھے مُنّے پوتے کو چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے دعا مانگتا دیکھ کر دادا جان کو بہت پیار آیا، انھوں نے احمد کے ہاتھ چومے۔ ابھی پہاڑ سے وہ لوگ اُتر بھی نہ پائے تھے کہ کالے بادل گھر کر آئے اور بارش سے سارا صحرا جل تھل ہو گیا۔ دادا جان کو اب یقین ہو چکا تھا کہ ان کے پوتے کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان کا پوتا اللہ کو بھی بہت پیارا ہے، اسی لیے وہ ہر وقت اب ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

سفر کے دوران احمد کو اونٹ کے چلنے سے ہچکولے آ رہے تھے۔ ریگستان میں زہریلی آندھی بادِ سمو کے بارے میں دادا جان اپنے پیچھے کجاوے میں بیٹھے احمد کو بتا رہے تھے۔ یہ عربوں کا قافلہ تھا، جو مال و اسباب لے کر جا رہا تھا۔ عربی ستاروں سے راستہ معلوم کر کے ریگستان میں اپنی منزل کی طرف جا رہے تھے۔ اونٹ کی مُہار پکڑے بدّو، عربی زبان میں گیت گا رہا تھا۔ اونٹ اس کی آواز سے مست ہو کر چل رہے تھے۔ احمد نے دادا جان کو بتایا کہ اونٹ سب کچھ سنتے ہیں تو دادا جان مسکرا دیتے۔

دادا جان کی گھر میں جب بھی کوئی چیز گم ہو جاتی تو وہ احمد کو پکارتے، انھیں احمد کی ذہانت پر حد درجہ اعتماد تھا، وہ احمد ہی کو ڈھونڈنے کے لیے کہتے۔ ایک مرتبہ دادا جان کے کچھ قیمتی بھورے اونٹ گم ہو گئے۔ لوگوں نے بہت تلاش کیے، مگر ناکام لوٹے۔ احمد نے دادا جان کی پریشانی دیکھی تو دادا جان سے انھیں ڈھونڈنے کی اجازت لی اور یوں وہ اونٹ تلاش کرنے نکل گئے۔ لوٹنے میں احمد کو دیر ہو گئی۔ اس وقت کوئی احمد کے دادا جان کی پریشانی دیکھتا...!!

وہ اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے اور اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے: ”ناحق! میں نے اپنے کم سِن پوتے کو پہاڑوں پر بھیجا۔“ جب اور دیر ہوئی تو وہ اور پریشان ہو گئے اور اللہ سے رو رو کر اپنے پوتے کی سلامتی کی دعائیں کرنے لگے۔ کچھ وقت گزرا تو ان کا پوتا اونٹوں کو لیے لوٹ آیا۔ دادا جان اپنے پوتے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

پیارے بچو...!! حضرت عبدالمطّلِب کا یہی پوتا احمد... دونوں جہاں کے رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ ہیں، جن پر لاکھوں، کروڑوں دُرود و سلام...!

ٹیلے...مٹی کے ڈھیر	بطحا...مکہ	یثرب...مدینہ
اناج...گندم	جبل...پہاڑ	وسط...درمیان
بادِ سمو...زہریلی آندھی	کجاوا...خیمہ	مُہار...رسّی

وہ بڑے تکبر کے ساتھ بیٹھا قلعے میں نبی ﷺ کی شان میں گستاخیاں بک رہا تھا۔ بڑے بڑے سردار اس کے ارد گرد بیٹھے ان لغویات اور فضولیات پر واہ واہ اور عش عش کے نعرے لگا رہے تھے، وہ یہودی خاندان کے قبیلہ "طے" کی شاخ "بنوں بنھان" سے تھا۔ اس کی ماں قبیلہ "بنو نظیر" کی تھی۔ مال و دولت کی فراوانی تھی۔ لوگوں کو قرض دے کر سود وصول کرتا تھا۔ حسن و جمال کا دل دادہ تھا۔ اچھی عربی بولنے میں بڑا کمال حاصل تھا اسے، جب ہی اس کی فضول گوئی بھی مدینہ کے کافر بڑے شوق سے سن لیتے تھے۔ اس کا قلعہ شہر کے جنوب میں واقع تھا۔ بدر میں مسلمانوں کو فتح ملی اور بہت سے سردارانِ قریش مقابلے میں جہنم واصل ہو گئے تو اس پر وہ بڑا سیخ پا ہوا اور کہنے لگا: "ارے مکہ والو! تمہاری غیرت کو کیا ہو گیا؟ ایک یتیم سے ڈر گئے (نعوذ باللہ)؟" ان مرنے والوں پر نوحہ اور ماتم کرنا اس کی محفلوں کا حصہ اور شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی اس کا وطیرہ بن چکی تھی۔

دربارِ رسالت ﷺ سجا ہوا تھا۔ تمام صحابہ کرام ہمہ تن گوش سامنے بیٹھے تھے۔ "کون اس ملعون سے نمٹے گا؟" فخر کونین ﷺ دکھی لہجے میں بولے۔

جان نثارانِ رسالت میں سے محمد بن مسلّمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ "میں اس کام کے لیے حاضر ہوں یا رسول اللہ (ﷺ)!" آپ ﷺ نے سکوت فرمایا، جس کا مطلب رضامندی تھا۔ پھر آپ ﷺ نے محمد بن مسلّمہ کو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ اس ملعون کا کام تمام کرنے کا منصوبہ تیار کریں۔ مشورے میں طے ہوا کہ پہلے ملعون کا اعتماد حاصل کرنا ہے اور پھر موقع پا کر اسے انجام تک پہنچانا ہے۔ پوری تیاری کے ساتھ پانچ رُکنی وفد اس ملعون کو سبق سکھانے کے لیے روانہ ہوا۔

وہ اپنی مسند پر غرور سے بھرا بیٹھا تھا۔ محمد بن مسلمہ نے بات شروع کی: "اس شخص (نبی کریم ﷺ) نے ہم سے صدقہ طلب کیا ہے، جس کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔"

فداکِ ابی وامی

اہلیہ محمد فیصل

"لگتا ہے اب تمہاری عقل ٹھکانے آئی ہے، اللہ کی قسم! ابھی تو تم لوگ اور بھی اُکتاؤ گے۔" ملعون اکڑ کر بولا۔ "تم ہمیں صدقہ دینے کے لیے کچھ رقم دے دو اور اس کے بدلے ہمارا یہ اسلحہ گروی رکھ لو۔" یوں محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی جھانسہ دے کر اس کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔

پھر کچھ دِنوں بعد 14 ربیع الاول 3 ہجری کو رات کی چاندنی میں یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے۔ آپ ﷺ بقیع غرقد (جنت البقیع) تک ان کے ساتھ چلے اور فرمایا: "اب اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔" پھر اللہ کے رسول ﷺ گھر پلٹ آئے اور نماز و مناجات میں مشغول ہو گئے۔

"اے سردارِ یہود! کہاں ہو؟ باہر آجاؤ!" محمد بن مسلّمہ رضی اللہ عنہ کی پکار پر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی نئی نویلی دلہن نے اسے روکنا چاہا: "دیکھو! مت جاؤ۔ مجھے اس پکار میں خون ٹپکتا نظر آرہا ہے۔" دلہن لرز کر بولی۔ "ارے! یہ تو میرا بھائی محمد بن مسلّمہ اور اس کے ساتھی ہیں۔" اس نے تسلّی دی۔ اس کے بعد وہ باہر گیا، اس ملعون کے سر سے انتہائی تیز خوشبو پھوٹ رہی تھی، یہ لوگ اس بات کو پہلے سے بخوبی جانتے تھے کہ یہ خوشبوؤں کا دل دادہ ہے، اسی وجہ سے انھوں نے اس کا سر سونگھنے کے بہانے اس کو قتل کرنے کا بہانہ بنایا تھا۔ "حضرت! اگر اجازت ہو تو آپ کا سر سونگھ لوں؟" ابو نائلہ ؓ بولے۔ "ضرور! کیوں نہیں۔" وہ اپنی عزت افزائی پر پھولا نہ سمایا۔ ابو نائلہ نے ایسا تین بار کیا اور تیسری بار میں مضبوطی سے اس کے بال دبوچ لیے۔ ساتھیوں کو اشارہ کیا، کئی تلواریں یکبارگی اٹھیں، جو اس کے جسم پر لگیں اور آر پار ہو گئیں۔ ایک چیخ بلند ہوئی، گرد و پیش میں ہلچل مچ گئی، قلعوں کی مشعلیں روشن ہونا شروع ہو گئیں۔ اس طرح "کعب بن اشرف" سردارِ یہود اور گستاخِ رسول ﷺ کو جہنم رسید کر دیا گیا۔ واپسی پر بقیعِ غرقد پہنچ کر ان لوگوں نے اس زور کا نعرہ لگایا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی سنائی پڑا۔ آپ ﷺ خوشی سے کِھل اٹھے اور "اللہ اکبر" کہا۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ چہرے کامیاب رہیں۔" تو ان لوگوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ کا چہرہ بھی۔" اور اس کے ساتھ ہی اس ملعون کا سر آپ ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا۔

طلحہ کی بطخ

طلحہ ایک چھوٹے سے شہر میں اپنے ابو اور امی کے ساتھ رہتا تھا' ان کے گھر کے سامنے ان کے چچا کا گھر تھا۔ طلحہ چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ طلحہ کو پرندے پالنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے گھر میں بہت سے پرندے پالے تھے۔ ایک دن وہ اسکول جارہا تھا کہ راستے میں اسے ایک چھوٹا سا بطخ کا بچہ ملا' وہ اسے بہت پسند آیا تو طلحہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ طلحہ نے اسے پال کر بہت بڑا کر دیا۔ ایک دن وہ اسکول سے واپس آرہا تھا تو اس نے دیکھا کہ بطخ نے سونے کا انڈا دیا ہے' وہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سب کو بتانے لگا کہ آج میری بطخ نے سونے کا انڈا دیا ہے۔ اس نے اپنے چچا کو بھی بتایا' جن کا گھر طلحہ کے گھر کے قریب تھا۔ آٹھ دن گزر گئے۔ بطخ بھی بہت بڑی ہوگئی تھی۔ ایک دن جب وہ اسکول سے واپس آیا تو بطخ کو گھر میں موجود نہیں پایا۔ وہ بہت پریشان ہوا اور رونے لگا۔ بطخ چلتے چلتے چچا جان کے گھر تک پہنچ گئی۔ چچا جان کے گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ بطخ گھر کے اندر چلی گئی۔ چچا جان کو پتا چلا کہ طلحہ کی بطخ میرے گھر آگئی ہے تو چچا جان نے بطخ کو اپنے گھر کے پنجرے میں بند کر دیا۔ اگلے دن چچا جان نے دیکھا کہ بطخ نے سونے کا انڈا دیا ہے۔ چچا کو لالچ آئی کہ اس بطخ کو ذبح کر لوں' تاکہ سارے انڈے ایک ہی بار حاصل کرلوں۔ سونے کے انڈے لے کر میں بہت امیر ہو جاؤں گا۔ چچا جان نے بطخ کو ذبح کیا' مگر چچا کو گوشت کے سِوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر چچا جان کو اپنے کیے پر بہت افسوس ہوا' پھر انھوں نے دل میں کہا کہ روز ایک انڈا ملتا تھا' اب تو وہ بھی نہیں مل سکے گا۔ اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ''لالچ بری بلا ہے۔''

مرسلہ: عبدالشہید' متعلّم جامعہ بیت السلام

نیکی کا بدلہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایران کے شہر راوند میں مہریار نامی سوداگر رہتا تھا' وہ ہمیشہ سچ بولتا اور دوسروں کے کام آتا۔ ایک بار اس نے حج پر جانے کا ارادہ کیا اور شہر سے جانے والے قافلے میں شریک ہوگئے۔ راستے میں اخراجات کے لیے ایک ہزار اشرفیاں اپنی کمر سے باندھ لیں۔ چلتے چلتے قافلہ ایک بڑے شہر پہنچا۔ یہاں قافلے والوں نے کچھ دن ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ ایک دن مہریار شہر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنے کچرے کے ڈھیر میں سے ایک مردہ مرغی نکال رہی تھی۔ عورت نے مرغی کو صاف کر کے پرانی چادر میں چھپا کر چلنا شروع کیا۔ مہریار بہت حیران ہوا اور عورت کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ عورت ایک خستہ مکان کے پاس رک گئی۔ اس نے سوچا... کیوں نہ میں اس بزرگ عورت کی مدد کروں... وہ اس کے پاس گیا اور اسے ایک ہزار اشرفیاں دینے کی کوشش کی' مگر وہ لینے سے انکار کر رہی تھی۔ مہریار کی بہت کوشش کے بعد آخر کار اس نے اشرفیاں لے لیں۔ شہریار جب واپس لوٹا تو قافلہ وہاں نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اونٹنی سوار آیا اور کہنے لگا: ''میں اکیلا ہوں۔ حج پر جارہا ہوں۔ کیا آپ میرے ساتھ چلیں گے؟ میرے پاس ایک اونٹنی اور بھی ہے۔ مہریار کے لیے اس سے اچھی بات اور کیا ہوسکتی تھی' وہ فوراً اونٹنی پر سوار ہوا اور وہ دونوں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر واپس آئے تو اس نے مہریار کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دس ہزار اشرفیاں دیں۔ مہریار نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' تو اس نے کہا: ''یہ تمہاری مزدوری نہیں' بلکہ تمہاری امانت ہے۔'' اتنے میں مہریار کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ شخص غائب ہوگیا۔ دوستو...! یہ مہریار کی نیکی کا بدلہ تھا' تو ہمیں بھی دوسروں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

(عیان عمران' متعلّم جامعہ بیت السلام)

ماہنامہ فہم دین
نومبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: وہ کون سے بزرگ تھے، جو پورے دن میں آدھی روٹی اور چودہ کھجوریں کھاتے تھے؟

سوال نمبر 2: شہاب ثاقب کیا چیز ہے؟

سوال نمبر 3: گڈو میاں کو درخت کے پیچھے کس چیز کا سایہ نظر آیا؟

سوال نمبر 4: رانی کی دادی اسے کیا کہتی تھیں؟

سوال نمبر 5: اسد کی بری عادت کیا تھی؟

محبت

پیارے بچو!!

کیا آپ کو معلوم ہے محبت کیا چیز ہوتی ہے؟؟ اور

ہمیں اللہ کے بعد سب سے زیادہ کس سے محبت کرنی چاہیے؟؟

جی، ہاں! بالکل درست... ہمیں اللہ کے بعد نبی ﷺ سے محبت کرنی چاہیے اور

کس طرح معلوم ہوگا کہ ہمیں نبی پاک ﷺ سے محبت ہے؟

وہ اس طرح کہ ہمارا ہر عمل نبی پاک ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔

ہم کوئی ایسا عمل نہ کریں، جس سے ہمارے نبی ﷺ کو تکلیف ہو۔

ہر عمل میں آپ ﷺ کی پیروی کریں، آپ ﷺ کے احکامات پر عمل کریں

اور جن سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے، ان باتوں سے رک جائیں۔

خوشی میں، غمی میں، ہر حال میں اور ہر موقع پر آپ ﷺ کے طریقے پر چلیں۔

پھر کرتے ہیں نا پیارے بچو وعدہ...!!!

ستمبر کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: جی سنت ہے۔

سوال نمبر 2: جی نہیں۔

سوال نمبر 3: نمک سے۔

سوال نمبر 4: بسم اللہ الرحمان الرحیم اور درود شریف

سوال نمبر 5: لباس میں سادگی ایمان اور تواضع کی علامت ہے۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہم دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر واٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

نومبر کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1...اورنگ زیب، درجہ رابعہ، جامعہ فاروقیہ کراچی

2...طیب الرحمان، ششم، گیارہ سال، تلہ گنگ

3...محمد عکاشہ، اولیٰ، بیت السلام کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

سعد نیاز بن علام، 9 سال، پی اے ایف اسکول، کراچی

محمد احمد عالم، ہفتم، 11 سال
مدرسہ معاذ بن جبل، راولپنڈی

فیہ سلیمان، دراسات دینیہ، 12 سال، فیصل آباد

شفق فاروق، ہشتم، 10 سال، کراچی

بچوں کے فن پارے

ام رومان، ہشتم، 10 سال، کراچی

محسن، ہشتم، 14 سال، نارووال

محمد ابراہیم، ریبل ورلڈ انگلش لینگویج، بیت السلام، کراچی

مصعب شیخ، ریبل ورلڈ انگلش لینگویج، بیت السلام، کراچی

محمد بن زر عمر، 8 سال، [illegible]، کراچی

سمیہ کریم، ہفتم، 10 سال، لاہور

حضور اکرم ﷺ پہ صرف ہم کیا، ہمارے ماں باپ بھی فدا ہوں

شاعر: جوہر عباد

عقل کے اندھو! کیوں اپنے رستے میں اتنے کانٹے بچھا رہے ہو؟
سیاہ دِلوں کے ساتھ کیوں اپنی قبیح خصلت دکھا رہے ہو؟

حضورِ اکرم ﷺ پہ صرف ہم کیا، ہمارے ماں باپ بھی فِدا ہوں
نبی ﷺ کی ناموس پہ مر مٹیں گے، ہیں جو تم آزما رہے ہو

جو وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا، زمین اور یہ فلک نہ ہوتا
وہ جن کی خاطر بنی ہے دنیا، تم ان کے خاکے بنا رہے ہو

وہ رحمتِ مسلمین بھی ہیں، وہ رحمۃ اللعالمیں بھی
اُنھی کے صدقے میں پَل رہے ہو، اُنھی کے صدقے میں کھا رہے ہو

ہے ساری دنیا سے پیار زیادہ نبی ﷺ سے امتِ مسلمہ کو
جنون و عشق و دیوانگی دیکھ کر سٹپٹا رہے ہو

بنا تو لی ہے تم نے عادت، ایمانِ مسلم پرکھتے رہنا
مگر پھر اس میں ناکام ہو کر کیوں اس قدر تِلملا رہے ہو

اگرچہ فرقوں میں ہم بٹے ہیں، مگر ہیں عشاقِ مصطفیٰ ﷺ سب
ہمارے غیض و غضب کی بس اِک جھلک سے ہی بوکھلا رہے ہو

یہ ایک جاں کیا ہزار جانیں، نثار حبِّ نبی ﷺ کی خاطر
نہ پوری ہوگی تمھاری سازش ابھی سے ہی ڈگمگا رہے ہو

جو کر رہے ہو، وہ کرنا چھوڑو، وگرنہ! نہ بچ سکو گے "سن لو"
کچل کے رکھ دیں گے سارے فتنے جو تم مسلسل اٹھا رہے ہو

تمھاری گستاخیوں نے تم کو، جہاں میں تو کر دیا ہے رُسوا
نہ پورا ہو پایا پھر بھی مقصد، جبھی تو یوں جھنجھلا رہے ہو

وہ مہلتیں دے رہا ہے تم کو، صبر نہ تم آزماؤ رب کا
کیوں دعوتیں بار بار دے کے، عذابِ قدرت بلا رہے ہو

حضور ﷺ محبوبِ کبریا ہیں، حضور ﷺ افضل الانبیا ہیں
بتا رہی ہے یہ سب کو جوہرؔ، جو تم حقیقت چھپا رہے ہو

نہیں بعد اُن کے کوئی بھی نبی

شاعر: ارسلان اللہ خان

نہیں بعد اُن کے کوئی بھی نبی
ارسلان اللہ خان
نہیں بعد اُنؐ کے کوئی بھی
یہ اُمّت بھی ہے اُمّت آخری
اگر اس عقیدے میں آئے کجی
نکل جائے اسلام سے آدمی
جو گزرے اطاعت میں سرکارؐ کی
بہت قابلِ رشک ہے زندگی
نبی محترمؐ کے یہ اوصاف ہیں
کرم، درگزر، حلم، شائستگی
جو چاہے کوئی رب کا محبوب ہو
خُدا کے نبیؐ کی کرے پیروی
محمدؐ کے روضے پہ صبح و مسا
برستی ہے برسات انوار کی
چٹائی پہ لیٹے ہیں محبوبِ رب
رسولِ خدا کی ہے یہ سادگی
بتایا انھوں نے کہ رب ایک ہے
نہیں اس سے بڑھ کر کوئی آگہی
کہا اُنؐ کو رب نے سراجٌ منیر
اُنھیؐ سے ہدایت کی ہے روشنی
حقیقت یہی ہے کہ بعدِ خدا
محمدؐ کے جیسا نہیں کوئی بھی
ہوئے آپ اقصیٰ میں سب کے امام
بنے انبیا آپؐ کے مقتدی
جو آقاؐ کے نقشِ قدم پہ چلا
وہ پائے گا دونوں جہاں میں خوشی
یہی ارسلاںؔ! مصطفیٰؐ نے کہا
کرو ایک اللہ کی بندگی

اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

شاعر: اسامہ سرسری

مدینہ جانے والے راہیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینہ طیّبہ کے باسیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینے کے چمن کی ڈالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
وہ روضے کی منوّر جالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینے کے چمن کی ڈالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں

خدیجہؓ، عائشہؓ، امِ حبیبہؓ، حفصہؓ، میمونہؓ
صفیہؓ، سودہؓ، زینبؓ، امِ سلمہؓ اور جویریہؓ
کہا قرآں میں جن کو امہات المؤمنین رب نے
شہِ ابرار ﷺ کی گھر والیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینے کے چمن کی ڈالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں

وہ ابراہیمؓ، قاسمؓ، طاہرؓ و طیبؓ نگینے ہیں
رقیہؓ، فاطمہؓ، زینبؓ، امِ کلثومؓ آبگینے ہیں
ہمارے مجتبیٰ ﷺ کے پیارے فرزندوں کے کیا کہنے
ہمارے مصطفیٰ کی بیٹیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینے کے چمن کی ڈالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں

نبی کی گود میں کھیلے ہیں، رحمت میں پلے ہیں جو
خدائے ذوالمنن کے لاڈلے کے لاڈلے ہیں جو
حسنؓ ان کا جگر پارہ، حسینؓ ان کا جگر گوشہ
جوانانِ بہشت کے والیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینے کے چمن کی ڈالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں

یہی چاروں مینارے ہیں، یہی چاروں کنارے ہیں
چمن جن سے ہوا سیراب یہ چاروں فوارے ہیں
ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ حیدر
نبی کے چار پیارے ساتھیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینے کے چمن کی ڈالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں

بروزِ حشر اہلِ بیتؓ سے جب ملنے جاؤں گا
بلحنِ داؤدی ان کو نظم اپنی سناؤں گا
تمنا ہے کہ آقا ﷺ جامِ کوثر دے کے فرمادیں
اسامہ سرسری کے قافیوں کے کیا ہی کہنے ہیں
مدینے کے چمن کی ڈالیوں کے کیا ہی کہنے ہیں

گلدستہ

قسمت پہ ہم کو اپنی بڑا افتخار ہے

خالق وہی' وہی مرا پروردگار ہے
اس ربِّ دوجہاں پہ مری جاں نِثار ہے
اس کی نگاہِ لطف سے مجھ پر نکھار ہے
صحرائے زندگی کا چمن پُر بہار ہے
کشتی بھنور میں تھی جو کیا میں نے رب کا ذکر
کیا دیکھتا ہوں پَل میں مرا بیڑا پار ہے
بندے ہیں ہم خدا کے' ہم امت رسول کی
قسمت پہ ہم کو اپنی بڑا افتخار ہے
ہے وردِ لاالٰہ' ہماری زبان پر
تسکینِ روح کو ہے تو دل کو قرار ہے
مشکل پڑی تو خود بخود آسان ہو گئی
کس کس ادا سے اس کا کرم آشکار ہے
مجھ سے گناہ گار کو بخشے گا وہ ندیم
ان کے کرم پہ مجھ کو بہت اعتبار ہے

ہوئے جو حاضر درِ نبی پر' ص: 36' ریاض ندیم نیازی

نعت شریف

(ہندو شاعر کی مدح سرائی)

شکر ہے رب کا کہ اس نے بخشی یہ قسمت مجھے
کملی والے آقا کی چوکھٹ پہ ہے نسبت مجھے
کیوں نہ میں کونین کی دولت کو ٹھوکر ماردوں
آپ کی چشمِ عنایت ہے بڑی دولت مجھے
ہے یہی ارمان پا جاؤں مدینے کی گلی
اور مل جائے رسولِ پاک کی قربت مجھے
روضہ ٔ شاہِ مدینہ ہے نظر کے سامنے
بخش دی اللہ نے دنیا میں ہی جنت مجھے
مانگ جو کچھ مانگنا ہے مصطفیٰ کے نام پر
دے رہی ہے یہ صدا اللہ کی رحمت مجھے
نعتیہ اشعار لکھ لیتا ہوں از راہِ ثواب
مصطفیٰ کے صدقے میں حاصل ہے یہ عظمت مجھے
میں مِنگؔ ہندو یقیناً ہوں مگر مشرک نہیں
اپنی بخشش کی ہے اس امید پہ حسرت مجھے

بہر زباں بہر زماں' کرشن کمار سنگھ مِنگؔ اکبرآبادی

آنحضرت ﷺ کے ادب کی ایک جھلک

عروہ بن مسعود ثقفیؓ جو صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان ثالثی کا فریضہ انجام دے رہے تھے' انھوں نے اس وقت پیغمبر ﷺ کی مجلس کا جو نظارہ دیکھا' اس کو مشرکین کے سامنے جا کر اس طرح بیان کیا: ''اے لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں' میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں بھی حاضر ہوا ہوں' مگر بخدا میں نے کبھی کہیں کسی بھی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اتنی قدر اور عزت کرتے ہوں' جتنی محمد ﷺ کے صحابہؓ' محمد ﷺ کی عظمت کرتے ہیں۔ قسم بخدا! آپ ﷺ کے دہن مبارک سے نکلا ہوا بلغم اور تھوک ان صحابہ میں سے کسی آدمی کے ہاتھ پر ہی گرتا ہے' جسے وہ اپنے چہرہ اور بدن پر مَل لیتا ہے اور جب آپ ان کو کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ اس کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں اور جب آپ وضو فرماتے ہیں تو آپ کے وضو کے مستعمل پانی کو لینے کے لیے ان میں جھگڑا سا ہونے لگتا ہے اور جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ آپ ﷺ کے دربار میں اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ آپ کی انتہائی عظمت کی بِنا پر وہ آپ ﷺ کی طرف نظر بھر کر دیکھتے بھی نہیں ہیں۔''

عروہ بن مسعودؓ نے جو مشاہدہ بیان کیا' یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں' بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معاملہ ہر روز اور ہر جگہ تھا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے محبتِ رسول ﷺ اور جاں نثاری اور فدویت کے ایسے نمونے پیش فرمائے ہیں کہ ان کے مقابلے میں شیریں' فرہاد اور لیلیٰ مجنوں کے قصے قطعاً بے حیثیت معلوم ہوتے ہیں۔ (از ندائے شاہی نعت نمبر)

ابوجہل

نبی کریم ﷺ کے انقلابی اعلانِ نبوّت کے ساتھ ہی ایک بہت بڑی تعداد آپ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئی جو لوگ آپ ﷺ کی دشمنی میں نہایت سر گرم تھے اور رات دن اسی شغل میں مصروف رہتے تھے، ابن سعد کے مطابق ان میں ابو لہب اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، امیّہ، اُبَی بن خلف، زہیر بن ابی امیہ، اسود بن عبدالاسد، حَکَم بن ابی عاص، عدی بن حمراء کے علاوہ ایک نمایاں نام ابو جہل کا تھا۔ ابو جہل دورِ جاہلیت کا نمائندہ شخص ہے، وہ حسب نسب، رنگ نسل، ملک و قوم، مال و منال، کلچر اور زبان کی بنیاد پر انسان کو ادنیٰ و اعلیٰ، کمتر و برتر قرار دے کر ان میں فرق و امتیاز کرتا ہے تاکہ استحصالی قوّت زندہ رہے۔ عرب قبائل اور اپنے حمایتیوں کی پوری طاقت کے ساتھ آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش رہا، لیکن اس کے باوجود تکذیب کی جرأت نہ کرسکا۔ وہ یہی کہتا تھا کہ تمہاری سچائی سے مجھے انکار نہیں، لیکن خداؤں سے بغاوت کا جو اعلان تم نے کیا ہے میں اسے نہیں مانتا، اس لیے وہ اسلام قبول کرنے سے معذور رہا۔

نبی خاتم ﷺ کے بارے میں جو باتیں اس کی گفتار اور کردار و عمل کی وجہ سے دنیا کے سامنے ہیں ان کو ”جاوید نامہ“ میں علّامہ محمد اقبالؒ نے ابو جہل کی زبانی پیرایہ نعت بعنوان ”طاسینِ محمد“ فارسی زبان میں پیش کیا، جس کا آزاد ترجمہ محمد اسماعیل قریشی صاحب کی تحریر میں اس طرح ہے: ”بول اے سنگِ اسود بول! میری آنکھوں نے جس طرح محمد (ﷺ) کو دیکھا ہے، اسے کھول کر بیان کر۔ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کا اس نے کچھ ایسا صور پھونکا ہے کہ نوجوان ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔ ہمارے باپ دادا کے دین کی اس نے بساط الٹ کر رکھ دی ہے۔ ہمارے خداوندانِ معبود کے ساتھ اس نے وہ کچھ کیا ہے جو بیان میں نہیں آسکتا۔ مذہب بھی عجیب مذہب ہے جس نے ملک اور حسب نسب کی جڑ کاٹ دی ہے اور دوسری قوموں پر عربوں اور قریش کی برتری سے انکار کرتا ہے، اس کی نگاہ میں ادنیٰ و اعلیٰ، آقا و غلام سب برابر ہیں۔ اور غضب تو دیکھو وہ خود بھی اپنے غلام کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتا ہے! اس نے کالے گورے اور سرخ و سیاہ کا امتیاز بھی مٹا دیا۔ اس طرح ہمارے خاندان کا عزّ و وقار خاک میں مل گیا، اس نے عجم کے بے زبانوں کو فصیحانِ عرب کے ہم پایہ کر دیا... خاصانِ عرب بھی اندھے ہوگئے! اس لیے اے زہیر (مشہور عرب شاعر)! خاکِ گور (قبر) سے اٹھ اور آکر اس نوائے جبریل کا فسوں توڑ دے۔ اے میرے معبود ہبل! ان تہی دستوں سے اپنا گھر واپس چھین لے۔ پھر وہ روح کائنات سے فریاد کرتے ہوئے کہتا ہے: اس کی ضربِ کاری نے لات و منات کو بھی پاش پاش کر دیا ہے، اس لیے اے کائنات تو ہی اس باغی سے انتقام لے۔“ طاسینِ محمد میں کل پچیس اشعار ہیں۔

(بہر زبان، بہر زماں ص: 141)

کوئی محرومی سی محرومی ہے

محمد عربی ﷺ کا پیغام، خالقِ ارض و سما کا پیغام ہے۔ اللہ نے اپنے آخری پیغام کے لیے آخری پیامبر ﷺ کا انتخاب کیا اور محمد عربی ﷺ کے مقامِ بلند کی رفعتیں یہ ہیں کہ بنی نوعِ انسان نے آپ ﷺ کے واسطے سے ربِّ کائنات کو جانا۔ مکے کے لوگ اسے چالیس سال سے دیکھ رہے تھے۔ اس کے کردار کی رفعتوں، اس کی گفتار کی شیرینیوں اور اس کے انداز و اطوار کی عظمتوں سے آشنا تھے۔ وہ ان میں سے تھا، لیکن ان سے جدا تھا۔ وہ انھی میں رہتا، لیکن کہیں اور بستا تھا۔ وہ انھی کے درمیان اٹھتا بیٹھتا، لیکن کسی اور حلقے کا محفل نشیں تھا۔ سو جب اس نے کہا کہ میں اللہ کا نبی ﷺ ہوں تو فطرتِ سلیم رکھنے والے اس کے قافلے میں شریک ہوگئے اور کفر و شرک کی زنجیروں میں جکڑے ہوؤں نے اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، لیکن وہ بھی اس چالیس سالہ پاک باز زندگی سے کوئی ایک بھی کمزور لمحہ تلاش نہ کر سکے۔

گلہائے عقیدت

(غیر مسلم شعرا کا نبی ﷺ کی خدمت میں خراج عقیدت)

اس در کی غلامی کا شرف جن کو ملا ہے
وہ پائے گئے وقت کی رفتار سے آگے

جھونے لال گپتا

کیوں نامِ محمدؐ نہ ہو ہر وقت زباں پر
ہے سر میں سمایا ہوا سودائے محمدؐ

بخشی شوری لال اختر امرتسری

مدحِ حسنِ مصطفیٰ ہے ایک بحرِ بے کراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

پنڈت جگن ناتھ پرشاد آنند

دنیا سے غرض اس کو نہ عقبیٰ کا طلب گار
آزادِ دو عالم ہے، گرفتارِ محمدؐ

پنر پورن سنگھ

تمام نکہت و رنگ و طرب ہیں جس پہ نثار
رسول، باغِ نبوت کا وہ گلِ تر ہے

امر سنگر عارج

کیوں کر نہ دل و جان سے مجھے بھائے مدینہ
آنکھوں میں بسا ہے مرے مولائے مدینہ

سالک رام

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

نومبر 2018ء بمطابق ربیع الاول 1440ھ

ترک سفیر کے ہاتھوں جامعہ بیت السلام فیز ٹو میں روبوٹیک لیب کا افتتاح

ترک سفیر مصطفیٰ یُردا کل کے ہمراہ ترک کزلے کے نمائندے کارلاس ابراہیم ٹیکا کے ذمے دار اتکونا ایمرے، معارف فاؤنڈیشن کے جناب صلاح الدین کی شرکت

تلہ گنگ (نمائندہ خصوصی) جامعہ بیت السلام میں روبوٹیکس لیب کا افتتاح ترک سفیر مصطفیٰ یرداکل نے کیا، ان کے ہمراہ تیکا کے سربراہ اتکونا ایمرے، ترک کزلے کے سفیر کارلاس ابراہیم اور معارف فاؤنڈیشن کے نمائندے جناب صلاح الدین بھی تھے۔ پہلے آڈیٹوریم ہال میں ایک تقریب ہوئی، جس میں بیت السلام کا تعارف جناب عزیز زویری نے کیا، طالب علم عبدالرحمٰن خان نے ترکی زبان میں نظم پیش کی، جسے ترک مہمانوں نے بہت سراہا، طالب علم شہریار کی تقریر بھی پسند کی گئی، اس کے بعد لیب سے متعلق مہمانوں کو بریفنگ دی گئی، پھر ترک سفیر نے فیتہ کاٹ کر اس کا افتتاح کیا، لیب کے تین سیکشن ہیں، ایک میں روبوٹیک سیکشن جہاں طلبہ یہ فن سیکھیں گے، اس کے ساتھ میڈیا سیکشن، جب کہ اس ساتھ ہی الیکٹرانک سیکشن بھی ہے۔

پنجاب کے وزیر ہائر ایجوکیشن اور وزیر معدنیات کا دورہ جامعہ بیت السلام

دونوں صوبائی وزراء نے جامعہ کے مختلف شعبے دیکھے، تعلیمی نظم و نسق ملاحظہ کیا، ایسے تعلیمی ادارے وقت کی بڑی ضرورت ہیں، رئیس الجامعہ سے گفتگو

تلہ گنگ (نمائندہ خصوصی) صوبائی وزیر سیاحت و ہائیر ایجوکیشن راجہ یاسر ہمایوں سرفراز اور صوبائی وزیر معدنیات حافظ عمار یاسر نے گزشتہ دنوں جامعہ بیت السلام تلہ گنگ کا دورہ کیا، رئیس الجامعہ کے ہمراہ جامعہ کے مختلف شعبہ جات دیکھے، صوبائی وزیر راجہ یاسر ہمایوں سرفراز نے مدرسہ کے انتظامات دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسے ہی تعلیمی ادارے وقت کی بہت اہم ضرورت ہیں۔ یاد رہے اس درسگاہ میں دینی تعلیم کے ساتھ میٹرک اور اولیول کی معیاری تعلیم دی جارہی ہے اور اب اس درسگاہ کو کالج لیول جس میں ایف ایس سی اور اے لیول کی تعلیم کا منصوبہ دیا جارہا ہے جس کے لئے صوبائی وزیر راجہ یاسر ہمایوں سرفراز نے یقین دہانی کرواتے ہوئے کہا: اس سلسلے میں پنجاب حکومت ہر قسم کا تعاون کرے گی۔

بیت السلام کے اعلیٰ سطحی وفد کا دورہ شام، متاثرین میں راشن اور لباس تقسیم کیا

الباب کے کیمپوں میں رہائش پذیر 700 خاندانوں میں راشن اور آفاد کے زیر اہتمام متاثرین کیمپوں میں لباس تقسیم کیا گیا، بیت السلام بیکری کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار

مہاجرین کے مسائل پر کلس کے میئر سے ملاقات ترک کزلے سے کمیونٹی سینٹر میں باہمی دل چسپی کے معاملات پر تبادلہ خیال ادلب میں مسجد عثمان کی تعمیر نو پر اظہارِ مسرت

کراچی + انقرہ (پ ر) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ کے ایک اعلیٰ سطحی وفد نے حال ہی میں ترکی اور شام کا تفصیلی دورہ کیا، ادلب میں ٹرسٹ کے تعاون سے نو تعمیر شدہ مسجد دیکھی، الباب کیمپ میں سات سو خاندانوں میں راشن تقسیم کیا، کلس کے میئر سے تفصیلی ملاقات کے دوران مہاجرین سے متعلق تفصیلی احوال معلوم کیے۔ اس اعلیٰ سطحی وفد نے بیت السلام بیکری کی کارکردگی اور خدمات کا مشاہدہ کیا اور جائزہ لیا کہ کام میں بہتری کی مزید کتنی گنجائش موجود ہے، رفاہی ادارے آفاد کے زیر انتظام کیمپوں میں سیکڑوں افراد میں لباس تقسیم کیے۔

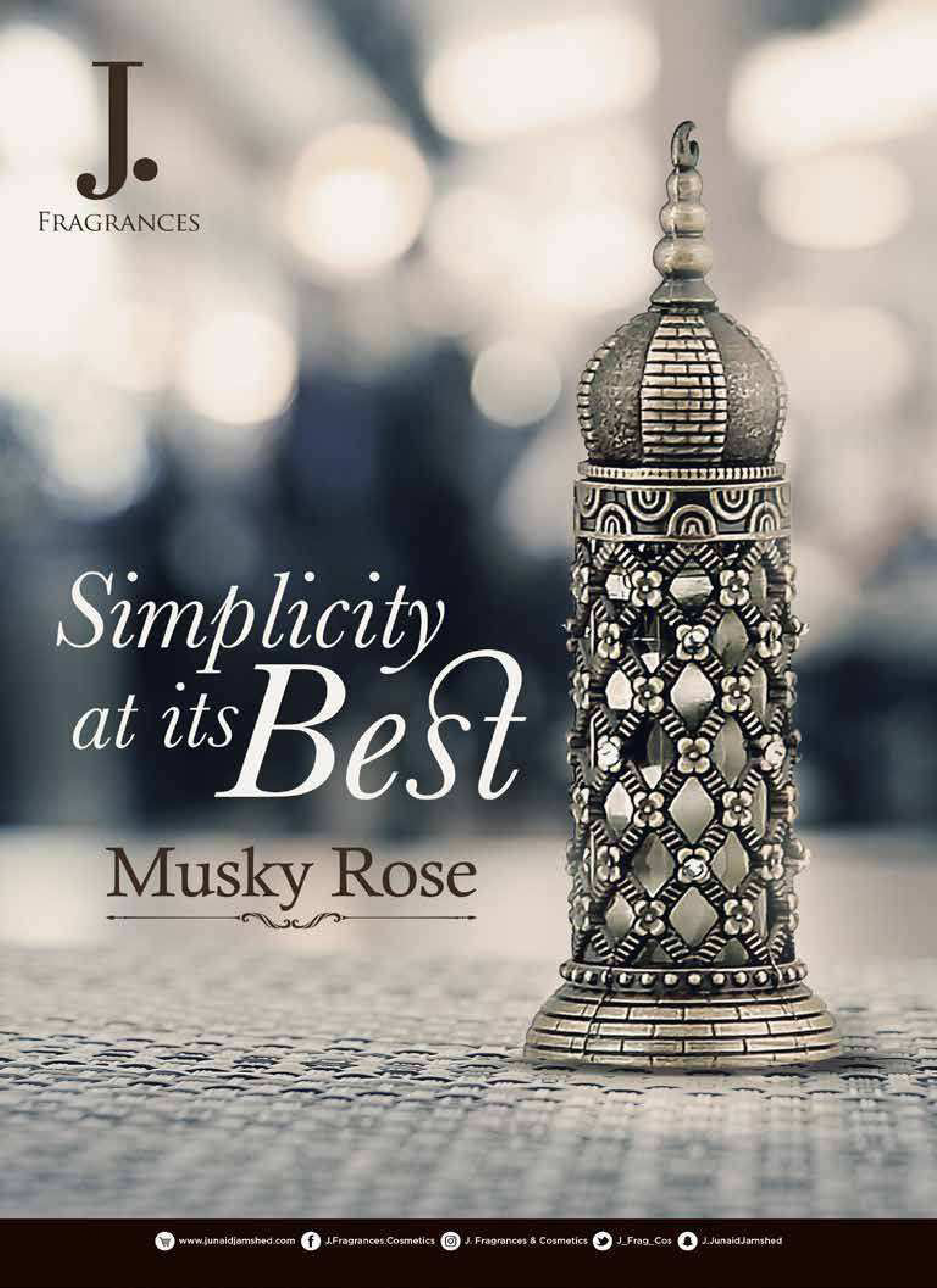
J.
FRAGRANCES
Simplicity at its Best
Musky Rose
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

Brighto™

Inspired by Nature

Brighto AllColor

Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings. They give your living space a prestigious decorative finish by creating a world of beauty, luxury and sophistication.

brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com

Brighto PAINTS